

قُبَائِي حَدِيثِ الْبُخَارَةِ لِأَيُّمُونِ

عظمت حدیث

حجیت حدیث، کتابت حدیث، تدوین حدیث اور تاریخ حدیث پر سیر حاصل
بحث نیز محدثین صحاح ستہ اور کتب صحاح کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔

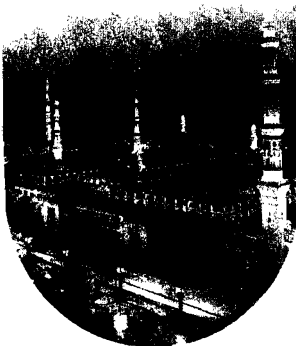


۲۰
ع

عبدالرشید عراقی

سہ ماہی
لہان لکھنؤ

عظمت حدیث



جملہ حقوق محفوظ

تاریخ اشاعت

جنوری 2001ء

24/09

۴ رابع

عظمت حدیث

عبدالرشید عراقی

محمود احمد نثر لاہور



کتاب خانہ
بین الاقوامی
لاہور

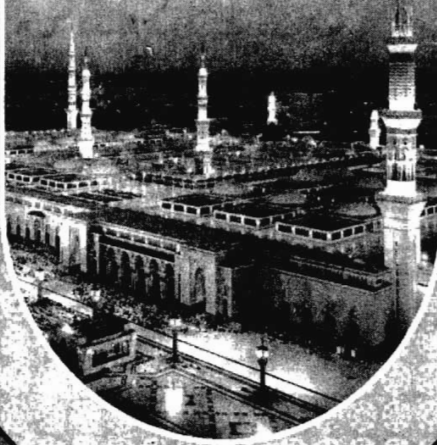
1734

ذی القعدة

فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ

عظمت حدیث

حجت حدیث، کتابت حدیث، تدوین حدیث اور
تاریخ حدیث پر میرا مل بحث زیر بحث تین محاورے
اور کتب محاورے کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔



مصنفہ

عبدالرشید عراقی



فہرست

۶	۱۔ عرض ناشر
۷	۲۔ انتساب
۸	۳۔ پیش لفظ
۱۱	۴۔ حدیث اور مقام حدیث
۱۲	۵۔ سنت کی تعریف
۱۲	۶۔ آنحضرت ﷺ کے فرائض
۱۷	۷۔ حجیت حدیث
۱۹	۸۔ حدیث قرآن کی شرح ہے
۲۶	۹۔ اسلاف کی نظر میں حدیث نبوی کا مقام و مرتبہ
۳۱	۱۰۔ کتابت حدیث
۳۴	۱۱۔ احادیث کے تحریری مجموعے
۳۷	۱۲۔ تدوین حدیث
۴۱	۱۳۔ اقسام حدیث
۴۲	۱۴۔ اصطلاحات
۴۳	۱۵۔ اقسام کتب حدیث
۴۳	۱۶۔ تذکرہ صحابہ کرام
۴۶	۱۷۔ تذکرہ محدثین صحاح ستہ
۵۵	۱۸۔ کتب حدیث اور ان کی شروعات

عرض ناشر

دور جدید میں جہاں بہت سے روز روشن کی طرح واضح اور بین اسلامی احکام و شعائر میں رخنہ اندازی اور شکوک و شبہات پیدا کرنے کی ناکام کوشش کی گئی، وہاں احادیث رسولؐ کو بھی ہدف تنقید ٹھہرایا گیا، لہذا علمائے حدیث میدان عمل میں آئے اور معترضین کے تمام شکوک و شبہات کے قلعوں کو مسمار کر دیا اور حدیث رسولؐ کی عظمت کا پھر میرا لہرا دیا۔ اب یہ بات کوئی وضاحت طلب نہیں رہی کہ تدوین حدیث کا آغاز عہد نبوی ہی سے شروع ہو چکا تھا، پھر صحابہ تابعین تبع تابعین کے دور میں مرحلہ وار اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ جلوہ نما ہوا اور صحابہ تابعین تبع تابعین باضابطہ احادیث رسولؐ کی نشر و اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ محدثین عظام نے اپنا اپنا حلقہ درس قائم کیا اور پھر ارض و سماء نے دیکھا کہ بہت سے تشنگان علم نے ان کے حلقہ درس میں شامل ہو کر اپنی علمی پیاس بجھائی اور اس طرح دنیا میں علوم حدیث کا خوب چرچا ہوا۔

متعلقہ موضوع پر بہت سی کتب لکھی گئی ہیں، مثلاً تدوین حدیث، حفاظت حدیث، فہم حدیث، تاریخ حدیث، عظمت حدیث، یقیناً یہ عنوانات اپنی اپنی جگہ ایک مستقل موضوع کی حیثیت رکھتے ہیں مگر کتاب ہذا انتہائی عام فہم اور مذکورہ بالا تمام کتب سے ایک بہترین قابل قدر اور حسین انتخاب ہے۔ دعا ہے اللہ مولف اور دیگر حضرات جنہوں نے کتاب کی اشاعت میں مالی علمی عملی تعاون کیا ہے کی محنتوں کو قبول فرمائے۔

والسلام الناشر

انتساب

مولانا ابوالحمود ہدایت اللہ سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

جنہوں نے حدیث کی مدافعت اور صیانت
و حفاظت میں بے شمار مضامین اہل حدیث امرتسر،
الاعتصام لاہور، جریدہ اہل حدیث سوہد رہ اور
دوسرے دینی و اسلامی جرائد میں لکھے۔

عبدالرشید عراقی





پیش لفظ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است ہر جریدہ عالم دوام ما

آنحضرت ﷺ کو اس دنیا میں مبلغ و معلم اور ہادی بنا کر بھیجا گیا۔ اور دین الہی کی آخری و مکمل کتاب قرآن مجید آپ کو عطا کی گئی تھی۔ اس مقدس کتاب کو آپ نے صحابہ کرام کو سمجھایا۔ لکھوایا اور یاد کرایا۔ اور اس پر کامل طور پر عمل کر کے امت کو دکھایا۔ گویا آپ کی زندگی قرآن مجید کی عملی تفسیر تھی۔ آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال کا نام حدیث ہے۔ اور حدیث نبوی ﷺ قرآن کا بیان اور اس کی شرح ہے۔ اگر قرآن کی تشریعی حیثیت تسلیم کی جاتی ہے۔ تو اس کے بیان کی بھی تشریعی حیثیت ماننی پڑے گی۔ جیسا کہ امام شاطبی فرماتے ہیں کہ:

”سنت کتاب اللہ“ کے احکام کے معانی کے لئے تفسیر و شرح کا درجہ رکھتی ہے۔“

حدیث وہ مقدس فن ہے کہ اس کی اہمیت و خصوصیت کی وجہ سے اس کی حفاظت کے لئے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کی کوششیں صرف ہوئیں۔ حافظ ابن حزم فرماتے ہیں کہ:

”پہلی امتوں میں کسی کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ اپنے پیغمبر کے کلمات کو صحیح صحیح ثبوت کے ساتھ محفوظ کر سکتے۔ یہ صرف اس امت کا طغرائے امتیاز ہے کہ اس کو اپنے پیغمبر ﷺ کے ایک ایک کلمہ کو صحت اور اتصال کے ساتھ جمع کرنے کی توفیق عطا ہوئی۔“

اس عظیم کارنامے کا اعتراف مغربی مستشرقین نے بھی کیا ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی برقیہ ”خطبات مدراس“ میں کہتے ہیں کہ:

”ذاکرہ ایچنگر کا کہنا ہے کہ مسلمانوں نے علم حدیث کی حفاظت کے لئے اسوار ارجال کا فن ایجاد کیا جس سے ۵ لاکھ انسانوں کے حالات محفوظ ہو گئے۔“

انکار حدیث کی ابتداء ۲۰۰ھ میں شروع ہوئی۔ خوارج نے اہل بیت کے فضائل میں حدیث کا انکار کیا اور شیعہ حضرات نے ان احادیث کا انکار کیا جو صحابہ کرام کے فضائل میں تھیں۔ ان کے بعد معتزلہ اور جہمیہ نے ان احادیث کو ماننے سے انکار کیا جن کا تعلق صفات الہی سے تھا۔ ۳۰۰ھ کے قریب قریب برصغیر پاک و ہند میں ایسے حضرات سامنے آئے۔ جن میں سے بعض حضرات نے حدیث کو تاریخ کا درجہ دیا۔ ان میں سر سید احمد خاں اور مولوی چراغ علی وغیرہ شامل تھے۔ اس کے بعد کچھ حضرات اور سامنے آئے۔ جنہوں نے حدیث کا بالکل انکار کر دیا اور یہ کہنے لگے۔ کہ جس طرح دین میں قرآن حجت ہے حدیث کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ان میں مولوی عبداللہ چکڑالوی، مستری محمد رمضان، مولوی حشمت علی لاہوری اور مولوی رفیع الدین ملتانی سرفہرست تھے۔ ان کے ساتھ کچھ حضرات اور سامنے آئے اور انہوں نے یہ اضافہ کیا اور اس کی تشریح کی، کہ نہ حدیث پر ہمارا ایمان ہے اور نہ ہم کو اس پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ یقینی قرآن مجید ہے اور احادیث یقینی نہیں ہیں ظنی ہیں۔ اس لئے احادیث دین نہیں قرار پاسکتیں اس گروہ میں حافظ اسلم حیراج پوری اور مسٹر غلام احمد پرویز سرفہرست تھے۔

اس گروہ کے ساتھ ہی کچھ حضرات ایسے بھی سامنے آئے۔ جن کو منکر حدیث نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن ان کے انداز فکر سے حدیث کا استخفاف اور استحقار معلوم ہوتا ہے۔ اس گروہ میں مولانا شبلی، مولانا حمید الدین فراہی، مولانا مودودی اور مولانا امین احسن اصلاحی وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے طریقہ گفتگو اور تحریروں سے انکار حدیث کے چور دروازے کھل سکتے ہیں۔

مکرمین حدیث یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ ہمیں قرآن ہی کافی ہے لیکن وہ اس طرف توجہ نہیں کرتے کہ قرآن مجید نے آنحضرت ﷺ کے سپرد خود یہ کام کیا۔

”اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے۔ تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ہیں۔ آپ انہیں وہ مضامین خوب سمجھا دیں۔“ (النحل: ۴۴)

قرآن مجید باوجود اپنی جامعیت اور جملہ علوم ضروریہ پر حاوی ہونے ایمان و عقائد اور اصول دین بیان کرتا ہے، اور اس کی حیثیت ایک بنیادی قانون اور دستور اساسی کی ہے۔ اسے تفصیلی شکل دینا اور اس کی دفعات کی وضاحت کرنا دراصل حدیث کا کام ہے۔

اس کتاب میں حجیت حدیث، کتابت حدیث، تدوین حدیث اور تاریخ حدیث پر بحث کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ کتابت حدیث کے تحت آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ میں یادور صحابہ و تابعین میں احادیث کے جو تحریری مجموعے لکھے گئے۔ ان میں سات مجموعوں کا تذکرہ اور ان کے جامع صحابہ کرام کا مختصر طور پر تعارف بھی شامل ہے۔

حدیث نبوی ﷺ پر بے شمار مجموعے لکھے گئے۔ لیکن کتب حدیث میں زیادہ تر وہ کتابیں مشہور و معروف ہیں۔ جن کو صحاح ستہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یعنی امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ کی الجامع الصالح البخاری، امام مسلم بن حجاجؒ کی الجامع الصالح المسلم، امام ابو داؤد سجستانیؒ کی سنن ابی داؤد، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ کی سنن ابی داؤد، امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائیؒ کی سنن نسائی اور امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہؒ کی سنن ابن ماجہ، بعض علمائے حدیث نے سنن ابن ماجہ کی بجائے امام مالک بن انسؒ کی موطا امام مالک کو شامل کیا ہے۔ اس لئے اس کتاب میں ان ساتوں محدثین کرام اور ان کی تصنیف کردہ کتب حدیث کا مختصر تعارف بھی کرایا گیا ہے۔ اور بعد میں محدثین کرام نے صحاح ستہ کی شروح کی طرف بھی توجہ کی۔ چنانچہ بعض مشہور شروح کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

بہر حال یہ کتاب ہدیہ ناظرین ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس حقیر خدمت کو شرف قبول عطا فرمائے۔ اور ہمیں اپنے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے پی محبت کرنے کی توفیق دے۔ اور ہمیشہ ان کے دامن سے وابستہ رکھے۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا دامن پتھر، سینے کے بعد انسان کو کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔ وما توفیقی الا باللہ

۴ جولائی ۱۹۹۹ء ۱۹ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

عبدالرشید عراقی

بہادرہ، ضلع گوجرانوالہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حدیث کیا ہے :

سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ حدیث کے معانی سمجھیں۔ حدیث کے معانی لغت میں بات چیت اور گفتگو کے آتے ہیں۔

قرآن کریم میں آتا ہے۔

فَبَايَ حَدِيثٍ مَّ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ۝

”اب اس قرآن کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے۔“

(المرسلات ۵۰)

شریعت اسلامیہ میں آنحضرت ﷺ کے ارشاد، فعل اور تقریر کے مجموعے کا نام سنت ہے۔ اور سنت کو کبھی حدیث اور حدیث کو کبھی سنت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

پہلا درجہ حدیث قولی کا ہے کہ وہ اصل ہے۔ اور حکم کے درجے میں ہے۔

دوسرا درجہ حدیث فعلی کا ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ کا کوئی فعل خلاف شریعت نہیں

ہو سکتا تھا۔

تیسرا درجہ حدیث تقریری کا ہے اور یہ آخری درجہ ہے۔

مقام حدیث :

شریعت اسلامیہ میں حدیث نبوی ﷺ کا مرتبہ و مقام کیا ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی

(م، ۱۹۵۳ء) لکھتے ہیں۔ کہ:

”علم القرآن اگر اسلامی علوم میں دل کی حیثیت رکھتا ہے تو علم حدیث شہ رگ کی۔ یہ شہ رگ

اسلامی علوم کے تمام اعضاء و دوارح تک خون پہنچا کر ہر آن ان کے لئے تازہ زندگی کا سامان

پہنچاتا رہتا ہے۔ آیات کا شان نزول اور ان کی تفسیر، احکام القرآن کی تشریح و تعیین، اجمال کی

تذلیل، عموم کی تخصیص، مبہم کی تعیین، سب علم حدیث کے ذریعہ معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح

”حامل قرآن“ محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور حیات طیبہ اور اخلاق و عادات مبارکہ اور

آپ کے اقوال و اعمال اور آپ کے سنن و مستحبات اور احکام و ارشادات اسی علم حدیث کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں۔ اسی طرح خود اسلام کی تاریخ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احوال اور ان کے اعمال و اقوال اور اجتادات و استنباطات کا خزانہ بھی اسی کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے۔ اس بناء پر اگر یہ کہا جائے تو صحیح ہے کہ اسلام کے عملی پیکر کا صحیح مرقع اسی علم کی بدولت مسلمانوں میں ہمیشہ کے لئے موجود و قائم ہے۔ اور انشاء اللہ تاقیامت رہے گا۔

(مقدمہ تدوین حدیث مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ)

مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی (م ۱۹۷۴ء) لکھتے ہیں کہ:

آنحضرت ﷺ کی بعثت، اسلام کا ظہور، اس کی تبلیغ، اس راہ کی صعوبتیں، غزوات، اسلام کا غلبہ و اقتدار، حکومت الہیہ کا قیام، اس کا نظام، رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ اور آپ کی سیرت معلوم کرنے کا ذریعہ صرف حدیث ہے۔ اگر اس کو نظر انداز کر دیا جائے، تو اسلام کی بہت سی تعلیمات اور تاریخ اسلام کے بہت سے گوشے مخفی رہ جائیں گے۔ اس لئے احادیث نبوی اسلام اور اسلامی تاریخ کا بڑا قیمتی سرمایہ ہیں۔ اور اس پر ان کی غمراہی قائم ہے۔

(مقدمہ تذکرۃ المحدثین ج ۱ ص ۷)

سنت کی تعریف :

سنت کے لغوی معنی مروجہ طریقہ کے ہیں۔ لیکن علمائے اسلام کی اصطلاح میں سنت سے رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال اور دوسروں کے وہ اقوال و افعال مراد ہیں جن سے آپ ﷺ نے سکوت فرمایا۔ اور جن کو قائم و برقرار رکھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال و افعال بھی اس بنیاد پر سنت میں داخل ہیں۔ کہ ان کے پاس اس کے لئے رسول اللہ ﷺ کی قولی یا فعلی سند موجود ہوگی۔

اصول کی کتابوں میں مذکور ہے۔

سنت کا اطلاق رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل اور سکوت پر نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال و افعال پر ہوتا ہے۔

(فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر ص ۹۳)

آنحضرت ﷺ کے فرائض :

آنحضرت ﷺ کے فرائض کیا تھے۔ اور آپ کی بعثت کا مقصد کیا تھا۔ قرآن کریم نے

اس بارے میں اس طرح وضاحت کی ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ

”وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سنانا ہے۔ اور ان کو پاک کرتا ہے۔ اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔

یقیناً یہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔“ (الجمہ: ۴)

اس آیت میں آنحضرت ﷺ کے تین فرائض بیان ہوئے ہیں۔

① آیات کو پڑھنا اور سنانا۔

② نفوس کا تزکیہ۔

③ تعلیم و تفہیم کتاب و حکمت۔

دوسری جگہ قرآن مجید نے واضح کیا۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ

”اور ہم نے آپ پر قرآن مجید اس لئے اتارا کہ آپ لوگوں پر اسے اچھی طرح بیان کر دیں جو ان کی طرف اتارا گیا ہے اور تاکہ وہ غور و فکر کریں۔“ (النحل: ۴۴)

ایک اور آیت میں اس طرح آپ کو مخاطب کر کے فرمایا:

وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ

”اس کتاب کو ہم نے آپ پر اس طرح اتارا ہے کہ آپ ان کے لئے ہر اس چیز کو واضح کر دیں جس میں اختلاف کر رہے ہیں اور یہ ایمانداروں کے لئے راہنمائی اور رحمت ہے۔“ (النحل: ۶۴)

لوگوں پر اچھی طرح واضح کرنا آپ کے فرائض میں اولین فرض تھا۔ اور آپ کی بعثت کا مقصد یہی تھا۔ اب کسی مسئلہ کو اچھی طرح بیان کرنا تین ہی قسم کا ہو سکتا ہے۔ اور اس کی تکمیل کے تین درجات قائم کئے جاسکتے ہیں۔

۱۔ قول سے اس کی تشریح کی جائے۔ اور اس مسئلہ کے ہر گوشہ کو سامنے رکھا جائے۔

۲۔ عمل سے مسئلہ کی وضاحت کی جائے۔

۳۔ اس کے بعد سامعین کو اس پر عمل کرایا جائے۔ اگر صحیح ہو تو اس عمل کو برقرار رکھا جائے۔ اگر صحیح نہ ہو تو اس کی اصلاح کی جائے۔
 یہی حدیث ہے جس کا پھیلاؤ لُتْبِیْنِ لِلنَّاسِ کے قرآنی جملہ میں سمٹ سمٹا کر جمع ہو گیا ہے۔ اس طرح یہ کہ اگر اسے کھول دیا جائے تو حدیث کا پورا وسیع ذخیرہ ہے۔
 اس لئے قرآن کو تسلیم کرنا اور حدیث کا انکار کرنا حقیقتاً حدیث کا انکار نہیں بلکہ قرآن کا انکار ہے کہ لُتْبِیْنِ لِلنَّاسِ قرآن ہی کا فیصلہ عظیم ہے۔
 دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ
 ”وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ جو ان کو اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور کتاب سکھاتا ہے۔ یقیناً یہ اس سے پہلے ہلکی گمراہی میں مبتلا تھے۔“

(المائدہ: ۳)

اس آیت کی تفسیر میں علمائے کرام نے لکھا ہے کہ:
 رسول اللہ ﷺ کے ذمہ آیات قرآنی ہی کی تلاوت و تبلیغ نہیں بلکہ مسلمانوں کی تعلیم و تزکیہ بھی تھا۔ اور آپ ان کو کتاب اللہ کے ساتھ حکمت کی بھی تعلیم دیتے تھے۔ یہ حکمت اگرچہ قرآن مجید اور وحی خفی سے ماخوذ ہے۔ مگر اس سے الگ چیز ہے۔ اور وہ رسول اللہ ﷺ کے اقوال و اعمال ہیں اس لئے کتاب اللہ کے ساتھ وہ بھی مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہیں۔

اسوۂ رسول ﷺ :

آنحضرت ﷺ کی تمام زندگی کو باعث تقلید فرمایا گیا ہے۔ اور امت کو آپ کے اسوۂ کی اتباع کی تلقین کی گئی ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ
 وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا

”یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ (موذون) ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے۔ اور کثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے۔“

(احزاب ۲۱)

یہ آیت اس بات کی نشاندہی کرتی ہے۔ کہ آپ کی ذات اور آپ کا ہر قول و فعل مسلمانوں کے لئے نمونہ عمل تھا۔

مولانا حافظ صلاح الدین یوسف صاحب اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

آپ ﷺ کے تمام اقوال، افعال اور احوال میں مسلمانوں کے لئے آپ ﷺ کی اقتداء ضروری ہے چاہے ان کا تعلق عبادات سے ہو یا معاشرت سے یا سیاست سے زندگی کے ہر شعبے میں آپ کی ہدایات واجب الاتباع ہیں۔ (تفسیر احسن البیان ص ۷۷)

اطاعت رسول ﷺ :

رسول کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے نائب کی ہوتی ہے اس کی اطاعت درحقیقت اللہ کی اطاعت ہے۔ اور اس کی نافرمانی دراصل اللہ کی نافرمانی ہے۔ اور قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر اطیعوا اللہ کے ساتھ ساتھ اطیعوا الرسول کا بھی حکم ہے۔

وَاطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

”اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“

(آل عمران: ۱۱۲)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ

اے مسلمانو! اللہ کی اطاعت کرو۔ اور اس کے رسول کا کمانو۔ اور اپنے اعمال کو غارت نہ کرو۔

(محمد: ۳۳)

وَاطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا إِنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلْغُ الْمُبِينُ

”اور تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ اور رسول کی اطاعت کرتے رہو۔ اور احتیاط رہو! اعراض نہ کرو۔ تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔“

(انعام: ۹۳)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ

”اے ایمان والو! اللہ کا اور رسول کا کہا مانو۔ اور اس (کا کہنا ماننے) سے روگردانی مت کرو۔ سنتے سنتے ہوتے ہوئے۔“

(انفال: ۲)

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ
”ہم نے ہر رسول کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے۔“

(نساء: ۶۴)

اور رسول کی اطاعت کو خدا کی اطاعت کہا گیا ہے۔
مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ
”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

(نساء: ۸۰)

اور رسول کی اطاعت کا یہ مقام اس لئے ہے کہ:
وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ
”اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں وہ تو صرف وحی ہوتی ہے جو اس کو کی جاتی ہے۔“ (النجم: ۳-۴)

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ایسی آیات ملتی ہیں۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت بھی فرض فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاں اطاعت خدا مسلمانوں پر فرض ہے۔ وہاں اطاعت رسول بھی فرض ہے۔

مسٹر طامس کارلائل (غیر مسلم) اپنی کتاب ”ہیروز اینڈ ہیروز شپ“ میں لکھتا ہے کہ:
”محمد ﷺ ایک عظیم اور پرجوش رہنما تھے۔ جن کو خدا نے گمراہوں کی ہدایت کے لئے مقرر کیا تھا۔“

ایسے شخص کا کلام خود خدا کی آواز ہے۔

محمد ﷺ نے انھنک کوشش کے ساتھ حقانیت کی اشاعت کی۔ اور زندگی کے آخری لمحے تک

اپنے مقدس مشن کی تبلیغ جاری رکھی۔

(عصر جدید - ۱۸ / اگست ۱۹۲۹ء)

(بحوالہ ترغیب و ترہیب جترجم جلد اول ص ۹۲ مطبوعہ دہلی)

اللہ تعالیٰ کو آنحضرت ﷺ کی ساری زندگی اور آپ کے سارے طریقے محبوب تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی ساری زندگی کی قسم کھائی۔

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ
”تیری عمر کی قسم وہ تو اپنی بدستی میں سرگرداں تھے۔“

(الحج: ۷۲)

اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ سے خطاب فرما کر ان کی زندگی کی قسم کھا رہا ہے۔ جس سے آپ کا شرف و فضل واضح ہے۔

مولانا عبدالقیوم ندوی لکھتے ہیں:

پس آپ کی زندگی جس کی اللہ نے قسم کھائی۔ اور آپ کے افعال جن کو اللہ نے اپنی طرف منسوب فرمایا اور آپ کے احکام جن کی تابعداری کے لئے مسلسل اور بار بار حکم دیئے یہی حدیث ہیں۔ اور انہی کے مجموعہ کو حدیث و سنت کے برگزیدہ نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حیرت کہ خداوند عالم کے نزدیک تو یہ اس قدر محبوب اور پسندیدہ ہوں اور بعض مسلمان اپنے کو مسلمان کہتے ہوئے۔ ایسے غیر ضروری ناقابل عمل مخالف قرآن اور مخالف عقل اور نہ معلوم کیا کیا کہیں۔

(فہم حدیث ص: ۴۷)

حجیت حدیث :

آنحضرت ﷺ جس چیز کا حکم دیں۔ اس پر فوراً عمل کیا جائے اسی کا نام حدیث و سنت ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت رسول اللہ ﷺ کے اتباع پر موقوف ہے اور اس کا صلہ بندوں سے اللہ کی محبت اور مغفرت ہے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○

”آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت

کرے گا۔ اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔“ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

(آل عمران: ۳۱)

یعنی اتباع رسول ﷺ کی وجہ سے تمہارے گناہ ہی معاف نہیں ہوں گے بلکہ تم محب سے محبوب بن جاؤ گے۔ اور یہ کتنا اونچا مقام ہے کہ بارگاہِ الہی میں ایک انسان کو محبوبیت کا مقام مل جائے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشادات نبوت کو صرف تسلیم کر لینے اور مان لینے کو ناکافی قرار دے کر اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے اس سے زیادہ کا مطالبہ کرتا ہے۔ اور اس کو مدارِ ایمان بھی قرار دیتا ہے۔

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يَحْكُمُونَكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيْمًا

”سو قسم ہے تمہارے پروردگار کی یہ مومن نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں تمہارے حکم کو مان لیں پھر جو فیصلے ان میں کر دیں۔ ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں۔ اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔“

(نساء: ۶۵)

اس آیت کی تفسیر میں حافظ صلاح الدین یوسف صاحب لکھتے ہیں کہ: یہ آیت بھی مبکرین حدیث کے لئے تو ہے ہی دیگر افراد کے لئے بھی لمحہ فکر یہ ہے جو قول امام کے مقابلے میں حدیث صحیح سے اقتباس ہی محسوس نہیں کرتے۔ بلکہ یا تو کلمے لفظوں میں اسے ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔ یا اس کی دروازہ کار تاویل کر کے یا ثقہ راویوں کو ضعیف باور کرا کے مسترد کرنے کی مذموم سعی کرتے ہیں۔

(تفسیر احسن البیان: ص ۲۳۳، ۲۳۴)

دوسری جگہ قرآن مجید میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَا اَتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

”رسول نے جو کچھ تمہیں حکم دیا ہے اسے پکڑے رہو۔ جس سے اس نے روکا ہے اس سے رُک جاؤ۔“

(الحج: ۱۷)

ان آیات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن مجید کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ حدیث کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور جس طرح قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنا مدار ایمان ہے۔ اسی طرح حدیث کے ارشادات و احکامات پر بھی عمل کرنا مدار ایمان ہے اور قرآن مجید کو بغیر حدیث کے تسلیم کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی کلام کو تسلیم کر کے اس کے مفہوم سے انکار کرنا طفلانہ حرکت ہے۔

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفیٰ بر جان مسلم داشتن

حدیث قرآن کی شرح ہے :

قرآن مجید اگرچہ ایک واضح اور کھلی ہوئی کتاب ہے اس میں کسی قسم کا غموض و خفا نہیں ہے۔ لیکن اس میں اسلام کی تعلیمات کی پوری تفصیل اور تمام جزئیات کا احاطہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے بہت سے احکام مجمل یا کلیات کی شکل میں ہیں۔ جن کی وضاحت و تشریح اور کلیات سے جزئیات کی تشریح رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول و عمل سے فرمائی۔

قرآن مجید باوجود اپنی جامعیت اور جملہ ضروریہ پر حاوی ہونے کے زیادہ تر ایمان و عقائد اور اصول دین بیان کرتا ہے۔ اس لئے اس کی حیثیت ایک بنیادی قانون اور دستور آسائی کی ہے۔ اسے تفصیلی شکل دینا اور اس کی دفعات کی وضاحت کرنا یہ دراصل حدیث کا کام ہے۔ اور یہ کام بھی رسول اللہ ﷺ کے سپرد خود اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

”اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے۔ تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ہیں آپ انہیں وہ مضامین خوب سمجھا دیں۔“

(النحل ۴۴)

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق پوری طرح محفوظ ہے۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ متن تو محفوظ رہے۔ اور اس کی شرح ضائع ہو جائے تو بتائیے کہ اس کتاب کے محفوظ رہنے کا کیا فائدہ ہے۔

علمائے اسلام نے کبھی بھی قرآن مجید کو حدیث سے آزاد ہو کر نہیں دیکھا امام اوزاعی

نے امام مکحول سے نقل کیا ہے۔

”الكتاب احوج الى السنة من السنة الى الكتاب“
 ”کتاب اللہ سنت کی اس سے کہیں زیادہ محتاج ہے جتنی کہ سنت کتاب اللہ کی محتاج ہے۔“
 (جامع بیان العلم ج ۲، ص ۱۹)
 امام شاطبی فرماتے ہیں۔

فكان السنة بمنزلة التفسير والشرح لمعاني أحكام الكتاب
 ”پس گویا سنت کتاب اللہ کے احکام کے لئے بمنزلہ تفسیر اور شرح کے ہے۔“
 (ترغیب و ترہیب ج ۱، ص ۹۶)

مشہور حنفی عالم اور شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری لکھتے ہیں:
 دنیا و عقبیٰ کی کامیابی کا راز کتاب اللہ کی تابعداری میں مضمر ہے۔ اور کتاب اللہ کی تابعداری موقوف ہے۔ نبی کریم ﷺ کی تابعداری اور آپ کے طرز زندگی کو پہچاننے اور اس پر عمل پیرا ہونے پر بس کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ از روئے شریعت آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔

(ترغیب و ترہیب مترجم ج ۱، ص ۱۹۸)

اگر حدیث کو قرآن سے علیحدہ کر دیا جائے۔ تو بہت سے احکام تشنہ رہ جائیں گے۔ اور ان کا سمجھنا اور ان پر عمل کرنا بہت دشوار ہو جائے گا۔ جس طرح قرآن کے اوامر و نواہی کا ماننا ضروری ہے۔ اسی طرح حدیث کے اوامر و نواہی کو ماننا بھی ضروری ہے قول رسول کا نام حدیث ہے۔ عمل متواتر کا نام سنت ہے۔ اور کلام اللہ کے بعد اسی حدیث و سنت کا درجہ ہے۔
 مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی ؒ م ۱۹۷۳ء لکھتے ہیں۔

در حقیقت اسلام کی پوری عمارت قرآن مجید اور احادیث نبوی پر قائم ہے وہ کلام اللہ کی تفسیر بھی ہے اس کے اجمال کی تفصیل بھی اس کے کلی احکام کے جزئیات کی تفریع اور اسلام کے قرن اول کی تاریخ بھی اس کے بغیر اسلام کی تعلیم اور اس کی ابتدائی تاریخ کے بہت سے اوراق سادہ رہ جاتے ہیں۔ اسلام کے ارکان اربعہ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے تفصیلی احکام بھی نہیں معلوم ہو سکتے ہیں۔ اور نہ اس کو حدیث کی مدد کے بغیر ادا کیا جاسکتا ہے۔ ان کے صرف کلی احکام قرآن مجید میں ہیں اسکی تفصیل حدیث و سنت سے معلوم ہوتی ہے یہی حال اکثر اوامر نواہی اور حلال و حرام کا ہے۔

(مقدمہ تذکرۃ المحدثین ج ۱ ص ۶)

مولانا عبدالقیوم ندوی لکھتے ہیں کہ:

حدیث سے اگر قطع نظر کر لیا جائے تو اسلامی زندگی کا بقاء ایک دن بھی متصور نہیں ہو سکتا ہے۔ وضو اور اس کے مسائل، نماز کی تفصیلات نماز کی رکعات، اسی طرح، حج، زکوٰۃ، روزہ، جہاد اور دیگر اہم ضروری مسائل یا اسلام کی تفصیلات سے ہم کو قطعی طور پر محروم ہونا پڑے گا۔ اس لئے ایک مسلمان کے لئے حدیث سے استغناء کلیتہً ناممکن اور محال ہے۔

(فہم حدیث: ص ۵۰)

حدیث کے بغیر قرآن مجید کے بعض مقامات کا سمجھنا محال ہے:

قرآن مجید میں بعض مقامات ایسے ہیں کہ جن کو حدیث کے بغیر سمجھنا محال ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر واضح کر دیا تھا۔

اور ہم نے آپ ﷺ پر قرآن اتارا ہے۔ تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ہیں۔ آپ ﷺ انہیں وہ مضامین خوب سمجھا دیں اور تاکہ وہ خود بھی ان پر غور و فکر کیا کریں۔

(النحل: ۱۳۴)

ہم یہاں چند ایسی مثالیں پیش کرتے ہیں۔ کہ بغیر حدیث کی مدد کے ان کا مفہوم اور مطلب مبہم رہ جاتا ہے۔ اور بڑی حد تک تشنہ رہ جائے گا۔

مثلاً۔

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ۔

پھر ان ظالموں نے اس بات کو جو ان سے کہی گئی تھی۔ بدل ڈالا ہم نے بھی ان ظالموں پر ان کے فسق و نافرمانی کی وجہ سے آسمانی عذاب نازل کیا۔

(بقرہ: ۵۹)

قرآن مجید نے وہ کلمات تو ذکر کئے ہیں۔ جن کے کہنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔ وَفُولُوا حِطَّةً جب دروازے میں داخل ہو۔ تو حِطَّةً (ہمارے گناہ بخش دے) لیکن انہوں نے انہیں بدل دیا۔ اور قرآن مجید نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ اس کی وضاحت حدیث میں آئی ہے۔ جو صحیح بخاری و مسلم میں ہے۔ کہ:

نبی ﷺ نے فرمایا ان کو حکم دیا گیا تھا کہ سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں۔ لیکن وہ سریوں کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے داخل ہوئے۔ اور حَظَّةٌ کی بجائے حَبَّةٌ فِی شَعْرَةٍ (یعنی گندم بالی میں) گھسیٹتے رہے اس سے ان کی سرکشی و سرکشی کا جو ان کے اندر پیدا ہو گئی تھی۔ اور احکام الہی سے تمسخر و استہزاء کا جس کا ارتکاب انہوں نے کیا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ واقعہ یہ ہے جب کوئی قوم اخلاق و کردار کے لحاظ سے زوال پذیر ہو جائے تو اس کا معاملہ پھر احکام الہیہ کے ساتھ اس طرح کا ہو جاتا ہے۔

(تفسیر احسن البیان: ص ۲۶)

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ

یقیناً ہم نے آپ کو سات آیات دے رکھی ہیں کہ دہرائی جاتی ہیں۔ اور عظیم قرآن بھی دے رکھا ہے۔

(الحج: ۸۷)

یہ ”سبع مثنیٰ“ کیا ہے۔ حدیث نے اس کی وضاحت کی ہے کہ ”سبع مثنیٰ“ سورہ فاتحہ ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ الحمد للہ رب العالمین سبع مثنیٰ اور قرآن عظیم ہے جو میں دیا گیا ہوں۔ (صحیح بخاری، تفسیر سورہ حجر)

(تفسیر احسن البیان: ص ۷۲۴)

مولانا ابوالکلام آزاد (م ۱۹۵۸ء) لکھتے ہیں۔

اور بلاشبہ ہم نے ہمیں دہرائی جانے والی آیتوں میں سے سات آیتوں کی صورت عطا فرمائی ہے۔ (یعنی سورہ فاتحہ) اور قرآن عظیم اور اس کا دہرا دہرا کر نماز میں پڑھنا تمہارے لئے کفایت کرتا رہے۔

(ترجمان القرآن جلد ۲ ص ۳۰۵)

اس کی تفسیر میں مولانا آزاد مرحوم لکھتے ہیں:

احادیث سے ثابت ہے کہ یہاں سبعا من المثنیٰ سے مقصود سورہ فاتحہ ہے۔

(ترجمان القرآن جلد ۲ ص ۳۰۶)

مولانا سید مودودی (۱۹۷۹ء) لکھتے ہیں۔

ہم نے تم کو سات ایسی آیتیں دے رکھی ہیں یہ بار بار دہرائی جانے کے لائق ہیں۔ اور تمہیں قرآن عظیم عطا کیا ہے۔

اس کی تفسیر میں سید مودودی لکھتے ہیں۔

یعنی سورۃ فاتحہ کی آیات۔ اگرچہ بعض لوگوں نے اس سے مراد سات بڑی سورتیں بھی لی ہیں۔ جن میں دو سو آیتیں ہیں۔ یعنی البقرہ، آل عمران، النساء، المائدہ، الانعام، الاعراف اور یونس یا انفال یا توبہ۔ لیکن سلف کی اکثریت اس پر متفق ہے۔ کہ اس سے سورۃ فاتحہ مراد ہے۔ بلکہ امام بخاری نے دو مرفوع روایتیں بھی اس امر کے ثبوت میں پیش کی ہیں کہ خود نبی ﷺ نے سبع من المثالی سے مراد سورۃ فاتحہ لی ہے۔

(تفسیر القرآن جلد ۲: ص ۵۱۷)

صحابہ کرام باوجود اہل زبان ہونے کے بہت سی آیات کا مطلب آنحضرت ﷺ کی رہنمائی کے بغیر نہیں سمجھ سکے :

احادیث میں کئی ایسے واقعات کا ذکر ملتا ہے۔ کہ صحابہ کرام اہل زبان ہونے کے باوجود بہت سی آیات کا مطلب آپ ﷺ کی رہنمائی کے بغیر نہیں سمجھ سکے۔ مثلاً۔

وَكُلُّوْا وَاسْتَنْوُوا حَتّٰى يَبَيِّنَ لَكُمْ الْحَبِطَ الْاَيْضُ مِنَ الْحَبِطِ الْاَسْوَدِ
مِنَ الْفَجْرِ

”اور کھاتے پیتے رہو۔ (سحر میں) یہاں تک کہ تمہارے سامنے صبح کا سفید ڈورا سیاہ ڈور سے ممتاز ہو جائے۔“

یہاں سفید ڈور سے صبح صادق کا نور اور کالے ڈور سے رات کی تاریکی مراد ہے۔

لیکن حضرت عدی بن حاتمؓ کا خود بیان ہے کہ میں نے دو دھاگے ایک سیاہ اور ایک سفید لئے۔ اور رات کو تکیہ کے نیچے رکھ کر سو گیا۔ اور سحر کے وقت ان دونوں کو دیکھتا رہا۔ جب اتنی روشنی پھیل گئی۔ کہ دونوں دھاگوں کا رنگ الگ الگ محسوس ہونے لگا۔ تو میں کھانے پینے سے رک گیا۔ صبح دن چڑھے میں نے اس کا تذکرہ آنحضرت ﷺ سے کیا اور ساری کیفیت بیان کی۔ تو آپ نے مزاحیہ انداز میں فرمایا۔

اچھا تمہارا تکیہ بڑا طویل و عریض ہے۔ کہ (شب کی تاریکی اور صبح صادق کی روشنی کو محیط ہو گیا) پھر آپ نے فرمایا کہ اس سے رات کا اندھیرا (یعنی صبح کا ظب) اور دن کا اُجالا (یعنی صبح)

صادق) مراد ہے۔

تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۶۲

(مکتبہ قدوسیہ لاہور)

خود قرآن مجید نے حدیث نبویؐ کو مثبت احکام کے طور پر تسلیم کیا ہے :

قرآن مجید میں چند ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ کسی واقعہ یا کسی دینی عمل کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل نزول قرآن کے زمانہ میں ایک دینی عمل کی حیثیت سے رائج تھا۔ حالانکہ قرآن مجید میں کہیں اس عمل کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس لئے یہ بات تسلیم کرنی پڑے گی۔ کہ یہ حکم حدیث و سنت سے ثابت ہوا تھا۔ مثلاً۔

وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُؤًا وَلَعِبًا ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ

”اور جب تم نماز کے لئے پکارتے ہو۔ تو وہ اسے ہنسی کھیل ٹھہرا لیتے ہیں۔ یہ اس واسطے کہ بے عقل ہیں۔“

(المائدہ: ۵۸)

یہاں اذان کا ذکر بطور حکایت کیا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت کے نزول سے قبل اذان شروع ہو چکی تھی۔ حالانکہ کسی آیت قرآنی سے اذان کی مشروعیت ثابت نہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن مولانا حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں کہ:

”حدیث میں آتا ہے کہ جب شیطان اذان کی آواز سنتا ہے تو گوز مارتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔ جب اذان ختم ہوتی ہے تو پھر آجاتا ہے۔ تکبیر کے وقت پھر پیچھے پھیر کر چل دیتا ہے۔ جب تکبیر ختم ہو جاتی ہے تو پھر نمازیوں کے دلوں میں دوسے پیدا کرتا ہے (الحديث صحيح بخاری کتاب الاذان) صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ) شیطان ہی کی طرح شیطان کے پیروکاروں کو اذان کی آواز اچھی نہیں لگتی۔ اس لئے وہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حدیث رسول اللہ ﷺ بھی قرآن کی طرح دین کا ماخذ اور اسی طرح حجت ہے کیونکہ قرآن نے نماز کے لئے ”ندا“ کا ذکر کیا ہے لیکن یہ ”ندا“ کس طرح دی جائے گی۔ اس کے الفاظ کیا ہوں گے۔ یہ قرآن کریم میں کہیں نہیں ہے۔ یہ چیز حدیث سے ثابت ہیں۔ جو اس کی حجیت اور ماخذ دین ہونے پر دلیل ہیں۔ حجیت حدیث کا مطلب: حدیث کے ماخذ دین اور حجت شرعیہ ہونے کا مطلب ہے کہ جس طرح قرآن کریم کی نص سے ثابت ہونے والے احکام و فرائض پر عمل کرنا

ضروری اور ان کا انکار کفر ہے۔ اسی طرح حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہونے والے احکام کا ماننا بھی فرض، ان پر عمل کرنا ضروری اور ان کا انکار کفر ہے۔ تاہم حدیث کا صحیح مرفوع اور متصل ہونا ضروری ہے۔ صحیح حدیث چاہے متواتر ہو یا آحاد، فعلی ہو یا تقریری یہ سب قابل عمل ہیں۔ حدیث کا خبر واحد کی بنیاد پر یا قرآن سے زائد ہونے کی بنیاد پر یا ائمہ کے قیاس و اجتہادات کی بنیاد پر یا راوی کی عدم تھابت کے دعویٰ کی بنیاد پر یا عقلی استحالے کی بنیاد پر یا اسی قسم کے دیگر دعوؤں کی بنیاد پر رد کرنا صحیح نہیں ہے۔ یہ سب حدیث سے اعراض کی مختلف صورتیں ہیں۔

(تفسیر احسن البیان: ص ۳۱۱)

(۲) آنحضرت ﷺ کو منافقین پر نماز جنازہ پڑھنے سے ان الفاظ میں روکا گیا ہے۔

وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ

”ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کے جنازہ کی ہرگز نماز نہ پڑھیں۔ اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔“

(التوبہ: ۸۵)

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کے نزول سے قبل نماز جنازہ مشروع ہو چکی تھی۔ لیکن قرآن مجید کی کسی آیت سے اس کا ثبوت نہیں پیش کیا جاسکتا۔ اس لئے یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ نماز جنازہ سنت کے ذریعہ مشروع ہوئی تھی۔

حدیث و سنت کا ایک زبردست موید امت کا تعامل ہے :

حدیث و سنت ایک زبردست موید امت کا تعامل ہے اور دین کا جو مجموعی خاکہ آج کل مسلمانوں میں رائج ہے۔ دور رسالت سے لے کر آج تک بغیر کسی وقفہ کے مسلسل چلا آرہا ہے۔ حدیث کی کتابوں میں جو کچھ ہے وہ اہل اسلام کے موجودہ علمی و روحانی حلقوں سے علیحدہ کوئی اور چیز نہیں ہے اور جس طرح آنحضرت ﷺ کے دور میں ان کی موجودگی میں شروع ہوا۔ آج تک مسلسل اسی طرح چلا آرہا ہے۔ اور اس سے زیادہ حدیث نبوی ﷺ کے حجت ہونے کی کیا دلیل ہو سکتی ہے۔

علمائے حدیث نے بلاشبہ جتنی روایات کتابوں میں درج کی ہیں سندوں کے ساتھ جمع کی ہیں۔ اور سند ہی صحت و عدم صحت کا معیار بنایا ہے۔

اسلاف کی نظر میں حدیث نبوی (ﷺ) کا مقام و مرتبہ :

حدیث نبوی ﷺ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ عظام و محدثین کرام کی نظر میں کیا مرتبہ و مقام تھا۔ اس کا اندازہ ذیل میں ان کے ارشادات سے لگا سکتے ہیں۔ جو انہوں نے حدیث نبوی کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

مولانا عبد الغفار حسن لکھتے ہیں:

قابل اعتماد روایات اور مستند اسلامی تاریخ گواہ ہے۔ کہ معتزلہ اور خوارج میں سے چند افراد کے سوا پوری امت کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ قرآن حکیم کے بعد اسلامی قانون کا ماخذ رسول اللہ ﷺ کی احادیث ہیں۔

(عظمت حدیث: ص ۲۸۲)

اس سلسلہ میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حدیث نبوی (ﷺ) کے مرتبہ و مقام کے متعلق صحابہ کرام اور سلف صالحین کے مستند اقوال اور ان کی زندگی کے عملی نمونے پیش کئے جائیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ :

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے جب کوئی مسئلہ آتا۔ پہلے وہ کتاب اللہ میں اس کا حل تلاش کرتے اگر وہاں نہ پاتے۔ تو پھر رسول اللہ ﷺ کی سنت کی طرف رجوع کرتے۔ اگر اس موقع پر بھی ناکام رہتے۔ تو پھر لوگوں سے دریافت کرتے کہ کیا اس معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کا کسی کو علم ہے۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ اس طرح سوال کرنے پر لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے فیصلے کی اطلاع آپ کو دی۔

(عظمت حدیث: ص ۲۸۲)

حافظ جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ) نے تاریخ الخلفاء میں درج ذیل مزید الفاظ نقل کئے ہیں:

کہ:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس قسم کے مواقع پر لوگوں سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سن کر خوشی سے یہ فرماتے:

الحمد لله الذي جعل فيها من يـحفظ عن نبينا
”اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہم میں سے ایسے لوگوں کو بقی رکھا ہے جن کے سینوں

میں ہمارے نبی ﷺ کی سنت محفوظ ہے۔

(تاریخ الخلفاء ص ۳۹ بحوالہ عظمت حدیث: ۲۸۳)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ :

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

آئندہ ایسے لوگ وجود میں آئیں گے۔ جو قرآنی آیات کے بارے میں شبہات پیدا کر کے تم سے بحث و مجادلہ کریں گے۔ ایسی لوگوں پر تم سنن و احادیث کے ذریعے گرفت کرو۔ اس لئے کہ سنن والے اللہ کی کتاب کا زیادہ علم رکھتے ہیں۔

مقدمہ المیزان للشرانی: ص ۶۲ (عظمت حدیث: ۲۸۵)

ایک دوسرے موقع پر حضرت عمر فاروق نے ارشاد فرمایا۔

لوگو! تمہارے لئے سنت مقرر کی گئی ہے فرائض و احکام متعین کر دیئے گئے ہیں۔ تمہارے لئے روشن راستہ بنا دیا گیا ہے۔ الا اگر یہ کہ تم لوگوں کی وجہ سے دائیں بائیں بھٹک جاؤ۔

(عظمت حدیث: ص ۲۸۶)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ :

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے تو وہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے۔ لیکن حضرت ابوسعید خدری کی بہن فریہ بنت مالک نے اپنا واقعہ پیش کیا۔ کہ میرا شوہر قتل کیا گیا تھا۔ تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے شوہر کے مقام پر عدت گزارنے کا حکم دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی روایت کے مطابق فیصلہ کیا۔

(موطا امام مالک)

حضرت علی رضی اللہ عنہ :

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چند مرتد افراد لائے گئے۔ تو آپ نے ان کو آگ میں جلانے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حدیث پیش کی۔ کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔

من بدل دینہ فاقتلوه

”یعنی جو اپنا دین بدلے (یعنی مرتد ہو جائے) تو اس کو قتل کیا جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

سن کر فرمایا۔ صدق ابن عباس (یعنی ابن عباس نے سچ کہا ہے)۔“

(جامع ترمذی)

تابعین و تبع تابعین و ائمہ عظام :

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین، تبع تابعین اور ائمہ عظام اور محدثین کرام نے آنحضرت ﷺ کے ارشادات کو جو مقام و مرتبہ عطا کیا۔ وہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔
امام زہری فرماتے ہیں۔

الاعتصام بالسنة نجات

”سنت پر عمل کرنے ہی میں نجات ہے۔“

(ترجمان السنن: ج ۱ ص ۱۳۸)

امام ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ:

جب رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث ثابت ہو جائے تو اس کی موجودگی میں کسی اور کا کچھ کہنا درست نہیں ہے۔

(فہم قرآن: ص ۹۲)

امام ابن حزم الظاہری اللاندلی فرماتے ہیں کہ:

دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں ہو سکتا۔ کہ ایک شخص قرآن مجید کو کتاب اللہ مانے اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا بھی قائل ہو۔ اور اس کے باوجود احادیث و اخبار کے جھٹ ہونے سے انکار کرے۔

(ترغیب و ترہیب مترجم: جلد ۱ ص ۱۲۵)

ائمہ اربعہ :

ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، امام مالک رضی اللہ عنہ، امام شافعی رضی اللہ عنہ اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے حدیث نبوی ﷺ کے بارے میں ارشادات ملاحظہ فرمائیں۔

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ:

اگر سنت کا وجود نہ ہوتا تو ہم میں سے کوئی بھی قرآن مجید کا فہم حاصل نہ کر سکتا۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ:

ہر شخص کی بات کو اختیار بھی کیا جاسکتا ہے اور چھوڑا بھی جاسکتا ہے۔ سوائے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے۔ آپ کے ہر قول کو ہر حال تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سامنے آجائے تو پھر اس بات کی گنجائش نہیں رہتی۔ کہ کسی امتی کے قول کی بنا پر ترک کر دیا جائے۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ:

جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو رد کیا۔ وہ ہلاکت و تباہی کے کنارے پر پہنچ گیا۔

(عظمت حدیث ص ۲۹۱، ۲۹۲)

امام غزالی رحمہ اللہ:

امام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد غزالی (۵۰۵ھ) فرماتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول حجت اور دلیل ہے۔ اس بنا پر کہ معجزات نے آپ کی راست بازی کی شہادت دی ہے۔ اور اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امتناع کا حکم دیا ہے۔ اور اس بنا پر بھی کہ آپ اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے۔ بلکہ وہی کچھ آپ کی زبان مبارک سے نکلتا ہے۔ جو آپ کی طرف وحی کیا جاتا ہے۔ لیکن وحی کے دو حصے ہیں۔

ایک کا نام ”الکتاب ہے“ جو تلاوت کی جاتی ہے۔

دوسرے کا نام سنت ہے جس کی تلاوت مقصود نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ان تمام لوگوں پر لازمی حجت ہے۔ جنہوں نے براہ راست آپ سے سنا۔

لیکن ہمارا معاملہ یہ ہے۔ کہ ہمیں آپ کے ارشادات دو طریقے سے پہنچے ہیں۔

۱- تواتر کے ذریعہ

۲- آحاد کے ذریعہ

اور خبر واحد پر عمل کا وجوب دلیل قطعی (آیات قرآنی) نے واجب قرار دیا ہے۔

(عظمت حدیث ص ۲۹۳)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ:

امام ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) کے نزدیک ہر سنت مستقل حجت ہے خواہ قرآن کی شارح یا

مفسر ہو یا نہ ہو۔

امام صاحب سنت کی تین قسمیں قرار دیتے ہیں۔ اور تینوں کو حجت تسلیم کرتے ہیں۔

۱- وہ سنت متواترہ جو ظاہر قرآن کی مخالف نہ ہو۔ بلکہ اس کی مفسر ہو۔ مثلاً نمازوں کی

تعداد یا نماز کی رکعتوں کی تعداد یا زکوٰۃ کا نصاب اور اس کے نواح و فرائض حج اور قربانی کی صفت عمرہ اور اس کے ارکان یہ اور اس طرح کے دوسرے احکام صرف سنت ہی سے معلوم ہو سکتے ہیں اور علمائے کرام کا اس پر اجماع ہے۔ کہ یہ قرآن کا تتمہ اور تکملہ ہیں پس جو ان کی حجت کا انکار کرتا ہے۔ وہ علم دین کا انکار کرتا ہے اور رکن اسلام کو منہدم کرتا ہے۔ اور اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے اتار پھینکتا ہے۔

۲۔ ایسی سنت متواترہ جو قرآن کی تفسیر نہیں کرتی۔ نہ ظاہر قرآن کے خلاف ہے لیکن ایسے حکم کی حامل ہے۔ جو قرآن میں منصوص نہیں ہے جیسے زانی کے لئے سنگساری کی سزا۔ یا نصاب سرقہ کی تعیین۔ تمام ملف امت اس قسم کی سنت پر بھی عمل ضروری سمجھتے ہیں۔ سوائے خوارج کے۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ سے تواتر سے مروی سنتیں۔ تلقی بالقبول کی حیثیت سے یا یہ کہ ثقات نے ان کو روایت کیا ہے۔ ان کے بارے میں بھی اہل علم فقہ حدیث و تصوف کا اتفاق ہے کہ ایسی حدیث قاتل قبول ہیں۔ اور ان کی اتباع واجب ہے۔

(حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ (أردو) ص ۶۷۳)

شاہ ولی اللہ دہلوی :

امام شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۷۶ھ) حدیث نبوی ﷺ کی عظمت و اہمیت کے بارے میں اپنی کتاب ”حجتہ اللہ البالغہ“ میں لکھتے ہیں۔

واضح ہو کہ ہمارے پاس آنحضرت ﷺ کی حدیث کے علاوہ اور دوسرا کوئی ذریعہ موجود نہیں۔ جس میں شریعت کے احکام معلوم کئے جائیں۔ جہاں تک مصالح کا تعلق ہے۔ وہ غور و فکر اور تجربہ سے بھی معلوم کئے جاسکتے ہیں۔ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کی احادیث معلوم کرنے کا صرف یہی ایک ذریعہ ہے کہ وہ روایتیں بہم پہنچیں۔ جن کی سند آپ تک پہنچتی ہو۔

(حجتہ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۳۳)

علامہ اقبال :

علامہ اقبال (۱۹۳۸ء) کو منکرین حدیث اپنے گروہ میں شامل کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ مرحوم پر سراسر بہتان عظیم ہے۔ وہ دین مبین میں سنت کو شرعی حجت مانتے تھے۔ اور اس پر

ان کی نثر و نظم گواہ ہے۔

مسلمانوں کے زوال کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے زوال کا سبب سنت نبوی ﷺ کو چھوڑ دینا ہے۔

تاشعار مصطفیٰ از دست رفت
توم را رمز حیات از دست رفت
لانی بعدی ز احسان خدا است
پردہ ناموس دین مصطفیٰ است

رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ”لانی بعدی“ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ہم پر خدا کا ایک بہت بڑا احسان ہے یہ حدیث دین مصطفیٰ (اسلام) کے لئے باعث عزت و توقیر ہے۔
(معارف اقبال: ص ۷۰)

کتابت حدیث :

کتابت حدیث کے بارے میں منکرین حدیث کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کتابت حدیث سے روک دیا تھا اور اس سلسلہ میں درج ذیل حدیث پیش کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری ان رسول ﷺ قال لا تکتبو اعنی غیر القرآن ومن کتب غیر القرآن فلیمحه وحدثوا عنی ولا حرج ومن کذب علی متعمدا فلیتوا مقعده من النار
(صحیح مسلم جلد ۲: ص ۴۱۳)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مجھ سے قرآن کے علاوہ نہ لکھو۔ اور جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ لکھا ہے اسے مٹا دے مجھ سے حدیث بیان کرو۔ تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اور جس نے مجھ پر عہد آجھوت بولا۔ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

اس حدیث کی تشریح میں مولانا عبد الغفار حسن لکھتے ہیں۔

عام طور پر منکرین حدیث اس روایت کا پہلا اور دوسرا فقرہ بڑے زور شور سے پیش کرتے ہیں۔ لیکن تیسرے فقرے کو بالکل ہی جاتے ہیں اولاً یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اس روایت میں

کتابت حدیث کی ممانعت سے یہ کہاں لازم آیا۔ کہ حدیث دینی حجت نہیں ہے۔ جب کہ اس کے متصل ہی ”حَدِّثُوا عَنِّي وَلَا حَرَجَ“ موجود ہے۔

ٹانیا آپ کا یہ حکم وقتی اور عارضی تھا۔ نہ کہ دائمی اور مستقل، مصلحت یہ تھی کہ اگر ابتدائی دور میں قرآن و سنت دونوں کے قلم بند کرنے کا رواج عام ہو گیا۔ تو قرآن و حدیث کے مابین امتیاز نہ ہو سکے گا۔ اُس وقت بعد کے زمانہ کی طرح کلفذ اور کلبیت کی سہولت نہ تھی۔ لوگ عام طور پر بڑیوں، پھر کے سلوں اور صاف سترے چڑوں پر لکھا کرتے تھے۔ کتابوں کی تعداد بھی بہت ہی کم تھی۔ اس بنا پر قرآن و سنت دونوں کی کلبیت و ترتیب کا اہتمام اس شکل میں تقریباً ناممکن تھا۔ کہ دونوں کے مابین پوری طرح امتیاز برقرار رکھا جاسکے۔ آپ کے اس حکیمانہ ارشاد سے ایک طرف قرآن حکیم کی امتیازی شان اپنی جگہ برقرار رہی۔ اور دوسری طرف سنت کی ایک الگ حیثیت بھی واضح ہو گئی۔

(عظمت حدیث: ۲۳۶)

یہ ایک تاریخی جھوٹ ہے کہ حدیث کی کتابت رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نہیں ہوئی اور نہ صحابہ کرام نے احادیث کو قلمبند فرمایا۔ بلکہ حافظہ میں محفوظ رکھا۔ حالانکہ خود رسول اللہ ﷺ نے کتابت حدیث کی نہ صرف اجازت دی۔ بلکہ آپ صحابہ کرام کو اس کی ترغیب دیا کرتے تھے اور متعدد صحابہ کرام نہایت اہتمام سے احادیث لکھا کرتے تھے۔

۱۔ جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری صحابی نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ میں آپ سے حدیث سنتا ہوں۔ وہ مجھے اچھی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن بھول جاتا ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

”اپنے واسطے ہاتھ سے مددلو۔ (یعنی لکھ لیا کرو) اور اپنے ہاتھ سے لکھنے کا ارشاد فرمایا۔“

(جامع ترمذی جلد ۲: ص ۱۰۷)

اس حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ آپ نے کتابت حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی۔

آنحضرت ﷺ احادیث کی نشر و اشاعت کی ترغیب فرمایا کرتے تھے۔

جنتہ الوداع کے مشہور خطبہ میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جو لوگ حاضر ہیں۔ وہ غیر حاضر لوگوں کو میری حدیثیں پہنچا دیں۔

لازم ہے کہ حاضر غائب کو پہنچا دے۔ اس لئے کہ بعض وہ لوگ جن تک (میرا کام) پہنچایا جائے۔ ہو سکتا ہے وہ ان لوگوں سے اس حدیث کے زیادہ محافظ ہوں۔ جنہوں نے مجھ سے سنا ہے۔

(صحیح بخاری جلد ۲: ص ۵۴)

فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے انسانی حقوق وغیرہ کے اہم مسائل پر خطبہ ارشاد فرمایا۔ حاضرین میں سے ایک شخص ابو شاہ یمنی نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے لکھ دیجئے۔ تو آپ نے حکم فرمایا۔

اكتبوا لابی شاه

”یہ خطبہ ابو شاہ کے لئے قلمبند کر دو۔“

مولانا شاہ معین الدین احمد ندویؒ (۱۹۷۴ء) لکھتے ہیں۔

آپ نے حدیثوں کی کتابت کا بھی حکم دیا ہے۔ بعض لوگوں کے لئے حدیثیں لکھوائی بھی ہیں حدیث اوعنی ولا حرج۔ اكتبوا لابی شاه۔ حجتہ الوداع میں آپ نے خطبہ دیا تھا۔ جو اسلام کے بہت سے اساسی احکام پر مشتمل ہے۔ اسے دوسروں تک پہنچانے کا عام حکم دیا تھا۔

چنانچہ حدیث کی ان تمام کتابوں میں جن میں اس خطبہ کا ذکر ہے۔ آپ کا ارشاد فلیبلغ الشاہد الغائب بھی ہے۔ یعنی جو لوگ اس وقت موجود ہیں۔ وہ ان لوگوں تک ان احکام کو پہنچا دیں۔ جو موجود نہیں ہیں۔ اسی کا نام روایت حدیث ہے۔ (مقدمہ تذکرۃ المحدثین جلد ۱ ص ۷)

حضرت رافع بن خدیجؓ کا بیان ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ کی بہت سی باتیں سنتے ہیں تو کیا ہم انہیں لکھ لیا کریں۔ فرمایا

اكتبوا ولا حرج

”لکھ لیا کرو۔ کوئی حرج نہیں۔“ (تثبت حدیث: ص ۶۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

قیدوا العلم قلت وما تقليده قال كتابته

”علم کو قید کرو۔ میں نے پوچھا۔ علم کی قید کیا ہے آپ نے فرمایا اے۔ لکھنا۔“

(کتابت حدیث: ص ۶۸)

ان حدیثوں میں کتابت حدیث کا حکم کسی خاص فرد کے لئے نہیں۔ بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے عام ہے۔

آنحضرت ﷺ نے روایت و اشاعت کا حکم دیا ہے۔ اور مبلغ حدیث کے لئے دعا فرمائی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو سرسبز و شاداب رکھے۔ جس نے ہم سے ایک حدیث سنی اس کو محفوظ رکھا۔ اور اس کو دوسروں تک پہنچایا۔ کیونکہ بسا اوقات علم کا حامل اس کو ایسے شخص تک پہنچاتا ہے۔ جو اس سے زیادہ سمجھ دار ہوتا ہے۔ اور وہ خود سمجھدار نہیں ہوتا۔

(سنن ابی داؤد جلد دوم: کتاب العلم باب فضل نشر العلم)

احادیث کے تحریری مجموعے :

رسالت مآب ﷺ کے عہد مبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احادیث کے کئی چھوٹے بڑے تحریری مجموعے تیار کر لئے تھے۔ ہم یہاں چند ان مجموعوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جو دور رسالت یا دور صحابہؓ میں خود صحابہؓ کرام کے ہاتھوں جمع ہوئے تھے۔

الصحیفۃ الصادقہ :

یہ مجموعہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رہ کر مرتب کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص خود بیان کرتے ہیں:

میں جو بات بھی رسول اللہ ﷺ سے سن کر یاد رکھنا چاہتا تھا اسے لکھ لیا کرتا تھا۔ قریش نے مجھے روکا اور کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے جو بات بھی سنتے ہو لکھ لیتے ہو۔ حالانکہ وہ بشری تو ہیں۔ بشری طرح وہ بھی کبھی غصے میں ہوتے ہیں (ہو سکتا ہے کہ غصہ کی حالت میں ان کے منہ سے کوئی بات خلاف حق نکل جائے)۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات آنحضرت ﷺ سے کہی۔ تو آپ نے اپنے لبوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ ان دونوں لبوں کے درمیان (دو

زبان ہے) اس سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ اس لئے تم لکھا کرو۔“
 (سنن ابی داؤد جلد دوم ص ۵۱۳: بحوالہ کتابت حدیث ص ۷۰)
 حضرت عبداللہ اس صحیفہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔
 مجھے زندگی کی چاہت صرف اس صحیفہ الصادقہ کی وجہ سے ہے۔
 (ترغیب و ترہیب مترجم جلد اول: ص ۱۶۵)

اور حضرت عبداللہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ:
 میں نے یہ مجموعہ خود رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سن کر لکھا ہے۔
 (سنن دارمی: ص ۱۶۸)

صحیفہ علی بنی ابی طالب :

حضرت علی بنی ابی طالبؓ کے پاس بھی چند احادیث کا ایک مجموعہ تھا جس کے متعلق وہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن مجید اور اس صحیفہ کے سوا کچھ نہیں لکھا۔
 اس صحیفہ میں دیت، خون ہماء، فدیہ، قصاص، ذمیوں کے حقوق اور ولا و معاہدات کے احکام لکھے ہوئے تھے۔ نیز زکوٰۃ اور دیت کے مسائل کے لئے اونٹوں کی عمریں اور مدینہ کے حرم ہونے کی تفصیلات بھی درج تھیں۔ (کتابت حدیث: ص ۷۹)

صحیفہ مالک بن انس بنی عبدالمطلب :

حضرت انس بن مالک بنی عبدالمطلبؓ آنحضرت ﷺ کے خادم خاص تھے۔ اور دس سال تک آنحضرت ﷺ کی خدمت و تربیت میں رہے۔ ان کے پاس احادیث کے کئی مجموعے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں نے یہ احادیث آنحضرت ﷺ سے سن کر لکھی ہیں۔ اور لکھنے کے بعد آپ کو سنا کر تصدیق بھی کرا چکا ہوں۔ (ترغیب و ترہیب مترجم جلد اول: ص ۱۶۷)
صحیفہ وائل بن حجر :

حضرت وائل بن حجر مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر اسلام لائے۔ اور کچھ عرصہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رہے۔ جب یہ واپس اپنے وطن جانے لگے۔ تو آپ نے ایک صحیفہ لکھوا کر ان کے حوالے کیا۔ جس میں نماز، روزہ، شراب اور سود کے احکام درج تھے۔

(ترغیب و ترہیب مترجم جلد اول: ص ۱۶۸)

کتاب عمرو بن حزم :

۱۰۔ اہ میں جب یمن کا علاقہ بخران فتح ہوا۔ تو آنحضرت ﷺ نے مشہور صحابی حضرت عمرو بن حزم کو اس کا عامل (گورنر) بنا کر بھیجا۔ اور رخصت کے وقت حضرت ابی بن کعب سے ایک کتاب لکھوا کر ان کے حوالے کی۔ جس میں عام نصیحتوں کے علاوہ طہارت، نماز، زکوٰۃ، عشر، حج، عمرہ، جماد، غنیمت، اور جزیہ کے احکام، نسلی قومیت کے نظریہ کی ممانعت، دیات، بالوں کی وضع، تعلیم قرآن اور طرز حکمرانی کے متعلق ہدایات درج تھیں۔

(الوثائق السیاسۃ اردو ص ۱۲۳)

کتاب الصدقہ :

مولانا محمد رفیع عثمانی لکھتے ہیں کہ:

مشہور مستند کتب حدیث میں اس کتاب الصدقہ کی تفصیلات عام طور پر ملتی ہیں۔ جو آنحضرت ﷺ نے دوسرے شہروں میں اپنے مقرر کردہ عاملوں کے پاس بھیجنے کے لئے لکھوائی تھی۔ مگر بھیجنے سے قبل آپ کا وصال ہو گیا۔ پھر اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں تاحیات عمل کیا۔ (کتابت حدیث ص ۸۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں زکوٰۃ کے موضوع پر ایک کتاب لکھوائی تھی۔ جو مکمل تو ہو چکی تھی۔ مگر عاملوں کے پاس بھیجنے سے قبل آپ کا وصال ہو گیا۔ اور آپ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق نے بھی زندگی بھر اس پر عمل کیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی آخر دم تک اس پر عمل کیا۔

(جامع بیان العلم و فضلہ ص ۱۷۱)

صحیفہ ہمام بن منبہ :

ہمام بن منبہ یمن کے رہنے والے تھے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے۔ اور یہ ایک عرصہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈیڑھ سو کے لگ بھگ حدیثیں املا کرائیں۔ جو ”صحیفہ ہمام بن منبہ“ کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ تمام کی تمام حدیثیں مسند احمد میں شامل ہیں۔ برلن اور دمشق کے کتب خانوں میں اس کے قلمی نسخے موجود ہیں۔

۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۴ء میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدر آبادی نے اس کو برلن کے کتب خانہ سے دستیاب کیا۔ اور ۲ سال کی محنت شاقہ کے بعد ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء میں اپنے فاضلانہ مقدمے کے ساتھ تحقیق و تفتیح سے شائع کیا۔
۱۹۹۸ء میں جناب رشید اللہ یعقوب (کراچی) نے اس کا اردو ترجمہ بھی شائع کر دیا ہے۔

حرف آخر :

کتابت حدیث کے لئے آنحضرت ﷺ صحابہ کرام کو ترغیب دیتے تھے۔ اور آپ کے حکم پر کتنے بڑے پیمانے پر حدیثوں کو عمد رسالت میں لکھ کر محفوظ کیا گیا۔ اور احادیث کا کتنا عظیم الشان ذخیرہ آپ نے خود املا فرما کر قلم بند کرایا۔
مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی (۱۹۷۴ء) لکھتے ہیں۔

اس لئے عمد رسالت سے لے کر بعد کے ہر دور میں حدیث نبوی کی نقل و روایت کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ حدیثیں پوری دنیائے اسلام میں بکھری ہوئی تھیں۔ محدثین کرام کا یہ بڑا احسان ہے کہ انہوں نے اس زمانہ میں جب کہ سفر کی سہولتیں نہ تھیں۔ اور سفر ہی معنی سفر سمجھا جاتا تھا۔ اور نہ نشر و اشاعت کے موجودہ سامان تھے۔ تعلیم بھی محدود تھی۔ دنیائے اسلام کا چپو چپ چھان کر رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال یعنی حدیث و سنت کو تحقیق و صحت کے پورے اہتمام کے ساتھ جمع و مرتب کیا۔ ان کے راویان اور صحت و سقم کے جانچنے اور رواۃ کی جرح و تعدیل کے اصول بنائے۔ اصول حدیث کا مستقل فن ایجاد کیا۔ ہزاروں راویان حدیث کے حالات صحت و تحقیق کے ساتھ قلمبند کئے۔ جو مسلمانوں کا بڑا قابل فخر کارنامہ ہے۔ (مقدمہ تذکرہ المحققین: ص ۸)

تدوین حدیث :

- ۱۔ تدوین حدیث کے سلسلہ میں منکرین حدیث کی طرف سے یہ اعتراضات کئے جاتے ہیں۔
حدیث کا کیا اعتبار یہ تو دوسری تیسری صدی ہجری میں مدون ہوئی۔
- ۲۔ حدیث اگر واقعی اسلامی شریعت کا ماخذ اور سرچشمہ ہوتی۔ تو کیوں نہ آنحضرت ﷺ اپنی زندگی میں ہی اسے کتابی شکل میں مدون اور مرتب فرما دیتے۔
- ۳۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پوری شدت کے ساتھ حدیث کو قلمبند کرنے سے روک دیا تھا۔

پہلی صدی ہجری کے اختتام تک کتابت حدیث کا سلسلہ جاری رہا اور اسلام عرب سے باہر عجم کے بہت سے ملکوں میں حکمران ہو گیا تھا۔ اور لوگ اسلام میں کثرت سے داخل ہو رہے تھے۔ نئے مسائل اور نئے حالات سے مسلمانوں کا سابقہ تھا۔ اس لئے اس وقت شدت سے یہ ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ حدیث نبوی ﷺ کو مدون و مرتب کیا جائے آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں صحابہ کرام نے ”کتاب الحج“ اور کتاب الصدقہ وغیرہ کے نام سے باقاعدہ کتابیں ترتیب دی تھیں۔

مولانا سید سلیمان ندویؒ (۱۹۵۳ء) اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔
 ”مسلمانوں کے اس فقرے کے معنی کی تدوین ہجرت کے ڈیڑھ سو برس بعد ہوئی
 یہ ہے کہ تصنیف اور کتاب کی حیثیت میں ورنہ محض تحریر و کتابت کی حیثیت سے زمانہ
 نبوی ہی میں اس کی جمع و تدوین کا آغاز ہو چکا تھا۔“

(مکتوبات سلیمانی جلد اول: ص ۱۲۲)

مولانا محمد اسحاق سندیلوی مصنف ”اسلام کا سیاسی نظام“ و سابق استاد تفسیر ندوۃ العلماء لکھنؤ اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ:
 تحقیق یہ ہے کہ تدوین حدیث کا کام خود نبی اکرم ﷺ کے زمانہ سے شروع ہو چکا تھا۔ خلفائے راشدین کے دور میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ اور کوئی زمانہ بھی ایسا نہیں گزرا۔ جس میں یہ سلسلہ کلیتہً منقطع ہو گیا ہو۔

(ماہنامہ الفرقان لکھنؤ۔ ذی قعدہ ۱۳۷۵ھ ص ۳۷)

حضرت عمر بن عبدالعزیز اور تدوین حدیث :

حب خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز ۹۹ھ میں منصب خلافت پر فائز ہوئے۔ جن کی ذات سرتاپا اسلام کا اعجاز تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ روافض، خوارج اور قدریہ وغیرہ نئے نئے فرقے سراٹھا رہے ہیں۔ تو انہوں نے حدیث کی تدوین کی طرف توجہ فرمائی۔

مولانا عبدالسلام ندویؒ (۱۹۷۶ء) لکھتے ہیں کہ:

قرآن مجید۔ بعد اسلام کے احکام، اسلام کی تعلیم اور اسلام کے اخلاق کا مجموعہ صرف وہ کلمات طیبہ ہیں۔ جو جناب رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے۔ لیکن حضرت عمر بن

عبدالعزیز کے زمانے سے پہلے وہ صرف صحابہؓ و تابعین کے سینوں میں محفوظ تھے۔ بخاری، مسلم، موطا اور حدیث کی دوسری کتابیں جو احادیث صحیح کا بہترین مجموعہ ہیں۔ اس وقت تک وجود میں نہیں آئی تھیں۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس طرف توجہ نہ کی ہوتی تو علم حدیث کا یہ ذخیرہ وجود میں نہ آتا۔ لیکن انہوں نے دیکھا کہ انقضائے زمانہ کے ساتھ ساتھ علماء کا گروہ روز بروز مٹا جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ علوم شرعیہ کے مٹ جانے کا بھی اندیشہ ہے۔ اس لئے انہوں نے قاضی ابوبکر بن حزم خزرجی انصاریؒ (۱۲۰ھ) جو ان کی طرف سے مدینہ کے گورنر تھے۔ لکھا:

انظر ما كان من حديث رسول الله ﷺ فاكتبه فاني خفت

دروس العلم وذهاب العلماء ولا يقبل الا حديث النبي ﷺ

(بخاری کتاب العلم)

احادیث نبویہ کو تلاش کر کے ان کو لو، کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علماء کے فنا ہونے کا خوف معلوم ہوتا ہے۔ اور صرف رسول اللہ ﷺ کی حدیث قبول کی جائے۔

(سیرت عمر بن عبدالعزیز: ص ۱۲۰)

مولانا عبدالسلام ندوی اپنی دوسری کتاب ”اسوہ صحابہ“ میں لکھتے ہیں۔

صحابہ کرام ہی کے زمانے میں فن حدیث مدون ہو چکا تھا۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انہی اجزائے پریشان کو ایک مجموعے کی صورت میں جمع کیا۔

(اسوہ صحابہ جلد ۲: ص ۳۹۰)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا یہ فرمان صرف گورنر مدینہ ابوبکر بن حزم کے نام نہیں تھا۔ م صوبوں کے گورنروں کے نام اسی قسم کا فرمان بھیجا تھا۔ مولانا عبدالحی لکھنویؒ تعلیق المجدد میں حافظ ابو نعیم اصفہانی کی تاریخ اصباہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

كتب عمر بن عبدالعزيز الى الافاق انظر و حديث رسول الله

ﷺ فاجمعوه

”عمر بن عبدالعزیز نے دور دور ملکوں میں یہ حکم بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کو تلاش کر کے جمع کرو۔“

(ترغیب و ترہیب مترجم: جلد اول ص ۱۷۸)

مولانا عبدالسلام ندویؒ (۱۹۷۶ء) حافظ ابن عبدالبر قرطبی کی جامع بیان العلم کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ کہ سعد بن ابراہیم فرماتے ہیں۔
ہم کو عمر بن عبدالعزیز نے جمع حدیث کا حکم دیا۔
اور ہم نے دفتر کے دفتر حدیثیں لکھیں۔ اور انہوں نے ایک ایک مجموعہ ہر جگہ جہاں جہاں ان کی حکومت تھی۔ بھیجا۔

(سیرت عمر بن عبدالعزیز: ۱۴۱)

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تدوین حدیث کے سلسلہ میں جو سعی کوشش کی۔ یہ ان کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ اور تاریخ اسلام کا ایک درخشندہ باب ہے۔

تاریخ حدیث :

(اقسام حدیث)

- ۱- مرفوع : جس میں آنحضرت ﷺ کے قول و عمل کا ذکر ہو۔
 - ۲- موقوف : جس میں کسی صحابی کے قول و عمل کا ذکر ہو۔
 - ۳- مقطوع : جس میں کسی تابعی کے قول و عمل کا ذکر ہو۔
- مرفوع میں سلسلہ اسناد آنحضرت ﷺ تک جاتا ہے۔ موقوف میں صحابی تک اور مقطوع میں تابعی تک۔
- ۴- متصل : جس کا سلسلہ اسناد مکمل ہو۔ کوئی راوی ساقط نہ ہو اور مجہول الحال نہ ہو۔
 - ۵- مرسل : جس کا راوی کوئی تابعی ہو۔ لیکن اس صحابی کا ذکر نہ کرے جس نے آنحضرت ﷺ سے روایت کی تھی۔
 - ۶- صحیح : جس کے تمام راوی عادل ہوں۔ سند متصل ہو۔ اور کسی دیگر صحیح حدیث سے متصادم نہ ہو۔
 - ۷- متواتر : جس کے راوی اتنے زیادہ ہوں کہ کذب پر ان کا اجتماع محال نظر آئے۔
 - ۸- ضعیف : جس میں صحیح کی شرائط موجود نہ ہوں۔
 - ۹- حسن : صحیح اور ضعیف کے بین بین۔
 - ۱۰- موضوع : جس کا راوی کاذب یا مشتبہ ہو۔
 - ۱۱- منکر : جس کا مضمون صحیح یا حسن سے متصادم ہو۔
 - ۱۲- شاذ : جس کے راوی تو ثقہ ہوں۔ لیکن کسی ایسی حدیث سے ٹکرا رہی ہو جس کے راوی ثقہ تر ہوں۔
 - ۱۳- معطل : جس میں صحت کی تمام شرائط موجود ہوں لیکن ساتھ ہی کوئی ایسا عیب ہو۔ جسے صرف ماہرین فن کی آنکھ دیکھ سکے۔
 - ۱۴- غریب : جس کے سلسلہ اسناد میں کوئی راوی رہ گیا ہو۔

- ۱۵- مستفیض : (یا مشور) جس کے راوی تین سے کم نہ ہوں۔
 - ۱۶- امالی : وہ حدیثیں جو شیوخ اپنے تلامذہ کو املا کرائیں۔
 - ۱۷- مسلسل : جس کی سند میں راوی ایک ہی قسم کے الفاظ استعمال کریں۔
 - ۱۸- محکم : جو محتاج تاویل نہ ہو۔
 - ۱۹- قوی : آنحضرت ﷺ کا قول جس کے بعد آپ نے آیت قرآن پڑھی ہو۔
 - ۲۰- اثر : کسی صحابی یا تابعی کا قول و عمل۔
 - ۲۱- خاص : کسی خاص صورت میں نبی کریم ﷺ کا خاص فیصلہ۔
 - ۲۲- ناسخ : آنحضرت ﷺ کی زندگی کے آخری حصے کے اقوال۔
 - ۲۳- منسوخ : آنحضرت ﷺ کے ابتدائی زندگی کے اقوال۔
- اصطلاحات :

- ۱- صحابی : جس نے نبی کریم ﷺ کی صحبت سے فیض اٹھایا ہو۔
- ۲- تابعی : جو کسی صحابی کا فیض یافتہ ہو۔
- ۳- تبع تابعی : جو کسی تابعی کا فیض یافتہ ہو۔
- ۴- امام : وہ عالم جو حدیث یافتہ، تفسیر اور دیگر علوم اسلامیہ میں یکساں مہارت رکھتا ہو۔
- ۵- حافظ : جسے ایک لاکھ احادیث یاد ہوں۔
- ۶- حجت : جیسے تین لاکھ احادیث یاد ہوں۔
- ۷- حاکم : جسے تمام احادیث متون و اسناد سمیت معلوم ہوں۔
- ۸- تعدیل : کسی راوی کے اوصاف بیان کرنا۔
- ۹- جرح : کسی راوی کے عیوب بیان کرنا۔

اقسام کتب حدیث

۱۔ الجامع :

جس میں زندگی کے تمام مسائل یعنی ایمان، عقائد، فرائض، خصلت، جہاد، معاملات، اخلاق، بشارات، فتن، علامات قیامت، سیر، مناقب وغیرہ پر احادیث موجود ہوں۔ مثلاً صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی وغیرہ۔

۲۔ سنن :

جس میں ترتیب احادیث ابواب فقہ کے مطابق ہوں۔ جیسے ابوداؤد، ابن ماجہ اور نسائی کی سنن۔

۳۔ مسند :

جس میں ہر صحابی کی احادیث ترتیب وار یا کسی اور ترتیب سے یکجا درج ہوں۔ جیسے مسند احمد، دارمی وغیرہ۔

۴۔ معجم :

جس میں حدیث کا اندراج، شیوخ کے لحاظ سے ہو۔ یعنی ہر استاد سے سنی ہوئی احادیث الگ الگ درج ہوں۔ اور شیوخ کا ذکر بہ ترتیب ہجا ہو۔ جیسے امام طبرانی کی معجم صغیر، معجم اوسط اور معجم کبیر وغیرہ۔

۵۔ جزء :

جس میں صرف ایک مسئلہ یا موضوع وغیرہ کی احادیث ہوں جیسے جزء رفع الدین، جزء قراۃ خلف الامام بخاری

(تاریخ حدیث، از ذاکر غلام جیلانی برق ص ۱۹۷)

تذکرہ صحابہ رضی اللہ عنہم :

پانچ جلیل القدر صحابہ کرام کے صحیفائے حدیث کا مختصر تذکرہ پہلے آپ پڑھ آئے ہیں۔

اب ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مختصر حالات ملاحظہ فرمائیں۔
حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ :

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص جلیل القدر صحابی تھے۔ ان کے والد حضرت عمرو بن العاص مشہور جرنیل اور فاتح مصر تھے۔ حضرت عبداللہ کو علمائے سیر نے العالم الربانی کا لقب دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ان کے والد پر فضیلت دی ہے۔ حصول علم کے بے حد مشتاق تھے۔ توراۃ انجیل کے بھی بڑے عالم تھے۔ ان کا زہد و تقویٰ زمانہ رسالت ہی میں مسلم تھا۔ عبادت و ریاضت میں بڑی محنت کرتے۔ کثرت سے روزے رکھتے۔ اور نمازیں پڑھتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دولت سے بھی نوازا تھا۔ کافی حشم و خدم کے مالک تھے۔ طائف میں ان کا ایک باغ رطب نامی تھا۔ جس کی قیمت دس لاکھ درہم تھی۔ جنگ صفین میں آئے۔ مگر لڑائی میں حصہ نہیں لیا۔ ۶۵ھ میں مصر میں وفات فرمائی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۵ کتابت حدیث ص ۳۷)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ :

حضرت علی بن ابی طالب آنحضرت ﷺ کے چچا زاد بھائی اور داماد تھے۔ اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ آپ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ تمام غزوات میں شریک رہے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ اور جہاد کا حق ادا کیا۔ جس کی ایک مثال غزوہ خیبر کا تاریخی واقعہ ہے۔ حضرت علی علم، عقل، تقویٰ، شجاعت، سخاوت میں بے مثال تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اقضہم علی (سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علی ہیں)

یہ بھی آپ نے ارشاد فرمایا:

تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارونؑ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۱۱/ رمضان المبارک ۴۰ھ کو کوفہ میں شہادت سے سرفراز ہوئے

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۹ کتابت حدیث ص ۴۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ :

حضرت انس بن مالک آنحضرت ﷺ کے خادم خاص تھے۔ دس سال کے تھے کہ ان کی

والدہ حضرت ام سلیم ان کو لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔

یا رسول اللہ ﷺ میرا یہ بیٹا ہے اس کو آپ کی خدمت کے لئے لائی ہوں۔ اس کو اپنے پاس رکھئے۔ چنانچہ حضرت انس دس سال تک آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رہے۔ اور خود فرماتے ہیں۔

مات (ﷺ) وانا ابن عشرين :

یعنی جب آنحضرت ﷺ کا وصال ہوا۔ تو میں ۲۰ سال کا تھا۔

پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہے۔ آخر الصحابہ ہیں۔ امام بخاری نے ۸۰ امام مسلم نے ۷۰ احادیث آپ سے روایت کی ہیں۔ اور مشترکہ طریقہ پر صحیحین میں آپ کی مرویات کی تعداد ۱۲۸ ہے۔ ۹۳ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔

آنحضرت ﷺ نے آپ کی عمر، اولاد اور دولت کے لئے دعا فرمائی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مال بھی دیا۔ اولاد بھی کثیر ہوئی اور عمر بھی ایک سو سال پائی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۸، کتابت حدیث ص ۳۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام عبدالرحمن تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے خادم اور اصحاب صفہ میں سے تھے۔ بڑے حافظ حدیث اور کثرین حدیث میں تھے۔ اور اس کے ساتھ صاحب درس و فتویٰ تھے۔ فقر و فاقہ کی لذتوں سے بھی آشنا ہوئے۔ اور دولت و فراوانی کی تلخیوں سے بھی بدوشناس ہوئے۔ ورع و تقویٰ عبادت و ریاضت میں ممتاز تھے۔ ان کی مرویات کی تعداد ۷۴۷۳ ہے۔ ۵۸ھ میں وفات پائی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۸، کتابت حدیث ص ۳۴)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ :

یین کے شاہی خاندان کے فرد تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے آنحضرت ﷺ نے بری عزت و تکریم کی۔ ممبر پر خطبہ دینے کے لئے تشریف لے گئے۔ تو

حضرت وائل کو بھی ساتھ ممبر پر جگہ دی اور صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ وائل بن حجر قوم کے سردار ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں تمہارے پاس آئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں جاگیریں دیں۔ اور ایک عہد نامہ لکھوا کر حوالہ کیا۔ یہ عہد نامہ بھی حدیث کا ایک کتابی ثبوت ہے۔ بعد میں حضرت وائل نے کوفہ میں قیام کیا۔

آنحضرت ﷺ سے حدیث کی روایت کی ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں وفات پائی۔

(کتابت حدیث: ص ۳۳)

تذکرہ محدثین صحاح ستہ

حدیث کی کتابوں میں صحاح ستہ کی کتابیں مشہور و معروف ہیں۔ ضروری ہے کہ ان کتابوں کے مولفین کے بھی مختصر حالات قلمبند کر دیئے جائیں۔
امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ :

امام ابو عبد اللہ مالک بن انس ۹۳ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ امام صاحب نے جب ہوش سنبھالا۔ تو مدینہ باغ و بہار تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے آپ نے قراءۃ کی تعلیم امام نافع بن عبد الرحمن (م ۱۶۹ھ) سے حاصل کی۔ اس کے بعد حدیث کی تحصیل حضرت نافع مولیٰ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کی اور جب تک نافع زندہ رہے امام مالک ان کے درس میں موجود رہے۔ حضرت نافع نے ۷۱ھ میں وفات پائی۔ محدثین روایت مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما کو سلسلہ الذہب (سونے کی زنجیر) قرار دیتے ہیں۔

امام مالک نے صرف انہیں شیوخ سے استفادہ کیا۔ جو تقویٰ و طہارت اور حفظ و ضبط میں ممتاز تھے۔

مدینہ منورہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بعد ان کی مسند کے وارث حضرت نافع ہوئے۔ امام مالک حضرت نافع کے درس میں ۱۲ سال شریک رہے اور حضرت نافع کے انتقال کے بعد امام مالک ان کے جانشین ہوئے۔ اور ۶۲ سال تک علم دین کی خدمت سرانجام دی۔

امام مالک کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے۔ اور ان کا شمار ناممکن ہے امام محمد بن اور اس شافعیؒ (۲۰۴ھ) ان کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں۔ ان کے علاوہ امام ابو یوسف (۱۸۲ھ) اور امام محمد بن حسن الشیبانیؒ (۱۸۹ھ) نے بھی ان سے استفادہ کیا۔
امام مالک کی فقہ کی بنیاد فقہائے سجدہ مدینہ کی بنیاد پر ہے۔
اور فقہائے سجدہ یہ حضرات تھے۔

- ۱- سعید بن مسیبؒ (۹۴ھ)
- ۲- عبید اللہ بن عتبہ بن مسعودؒ (۹۸ھ)
- ۳- قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ (۱۰۸ھ)
- ۴- ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشامؒ (۹۳ھ)
- ۵- سلیمان بن یسارؒ (۱۰۹ھ)
- ۶- خارجہ بن زیدؒ (۱۰۹ھ)
- ۷- عروہ بن زہیرؒ (۹۳ھ)

امام مالک کے علم و فضل کا اعتراف محدثین کرام اور علمائے سیر نے کیا ہے اور انہیں امیر المؤمنین فی الحدیث کے لقب سے یاد کیا ہے۔ اخلاق و کردار سے بھی آپ کا رتبہ بہت بلند تھا۔ حق گوئی و بے باکی میں ان کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی طلاق مکہ کے سلسلہ میں کوڑے کھائے۔ اور ان کو گدھے پر سوار کرا کر شہر میں تشہیر کی گئی۔ لیکن اپنا فتویٰ واپس نہیں لیا۔ اور فرمایا۔

”مجھ کو جانتا ہے وہ جانتا ہے جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں مالک بن انس ہوں۔ اور فتویٰ دیتا ہوں کہ جبری طلاق درست نہیں۔“

امام مالک نے ۷۹ھ میں ۸۶ برس میں مدینہ میں انتقال کیا۔ اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

(بستان المحدثین ص ۳)

امام بخاریؒ :

امام محمد بن اسماعیل بخاری ۱۳/ شوال بروز جمعہ ۱۹۳ھ بخارا میں پیدا ہوئے بچپن میں نابینا

تھے۔ لیکن والدہ کی دعا کی برکت سے آنکھیں روشن ہو گئیں بچپن میں ان کے والد اسماعیل کا انتقال ہو گیا تھا۔ اور انہوں نے اپنی والدہ کی آغوش میں نشوونما پائی۔ ۱۶ سال کی عمر میں امام عبداللہ بن مبارک اور امام وکیع کی تصانیف کو حفظ کر لیا۔

۱۸ سال کی عمر میں مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ اور ۲ سال مکہ میں قیام کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ اور وہاں آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس چاندنی راتوں میں قضایا الصواب والتابعین اور تاریخ الکبیر تصنیف کی۔

بقول حافظ ابن حجر سماع حدیث کے لئے سفر کا آغاز کیا۔ اور مصر، شام، جزیرہ، بغداد، مرو، خراسان تشریف لے گئے۔ اور ہر جگہ آساطین فن سے استفادہ کیا امام بخاری کے اساتذہ و شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اور اسی طرح ان کے تلامذہ مستفیدین کا حلقہ بھی بہت وسیع ہے محدثین صحاح ستہ میں امام مسلم (۲۶۱ھ)۔

امام ترمذی (۲۷۹ھ) اور امام ابو عبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی (۳۰۳ھ) ان کے تلامذہ میں شامل ہیں۔ ان کے علاوہ امام مروزی (۲۹۳ھ) امام ابو حاتم رازی (۲۷۷ھ) امام ابن خزیمہ (۳۱۱ھ) بھی امام بخاری کے تلامذہ میں شامل ہیں۔

امام صاحب کا حافظ غیر معمولی تھا۔ ان کے کئی واقعات حافظ کے بارے میں تاریخ ویر کی کتابوں میں منقول ہیں۔ زہد و تقویٰ اور طہارت میں امام صاحب عمدہ صفات کے حامل تھے۔ ان کے علم و فضل اور تبحر علمی کا اعتراف ان کے معاصرین اور اساتذہ و شیوخ نے بھی کیا ہے۔ حافظ ابن حجر (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں۔ اگر امام صاحب کی مدح میں متاخرین کے اقوال نقل کئے جائیں۔ تو کاغذ اور روشنائی ختم ہو جائے۔

فذلک بحر لا ساحل له

”فیہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے۔“

امام صاحب کے مسلک کے بارے میں علمائے کرام میں اختلاف ہے۔ حافظ ابن سبکی اور نواب صدیق حسن خاں نے ان کو شافعی لکھا ہے۔ حافظ ابن حجر کا بھی یہی خیال ہے۔ حافظ ابن قیم نے ان کو ضلی قرار دیا ہے۔ مگر علامہ طاہر الجزائری اور سید انور شاہ کشمیری نے ان کو مجتہد مطلق کہا ہے۔ (محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے ص ۱۳۶)

امام بخاری نے الجامع الصحیح البخاری سمیت ۳۱ کتابیں تصنیف کیں۔
 امام صاحب نے شوال کی چاند رات ۲۵۶ھ میں ۶۲ سال کی عمر میں انتقال کیا۔
 (سیرت البخاری، بستان المحدثین / کتابت
 حدیث / محدثین عظام اور ان کے علمی
 کارنامے)

امام مسلم رحمہ اللہ :

امام مسلم بن حجاج ۲۰۲ھ میں خراسان کے مشہور شہر قصبہ نیشاپور میں پیدا ہوئے۔ جب
 آپ نے شعور کی آنکھیں کھولیں۔ تو نیشاپور خود علم و فن کا مرکز تھا۔ چنانچہ نیشاپور میں آپ
 نے امام اسحاق بن راہویہ سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد علم حدیث کی تحصیل کے لئے حجاز،
 عراق، شام، مصر، بغداد اور دوسرے بلاد اسلامیہ کا سفر کیا۔ اور امام احمد بن حنبل اور امام
 بخاری جیسے جلیل القدر ائمہ حدیث سے استفادہ کیا ان کے علاوہ دوسرے ائمہ فن سے بھی
 اکتساب فیض کیا۔

ان کے تلامذہ میں امام ترمذی، ابو حاتم رازی، ابن خزمہ اور ابو عوانہ جیسے ائمہ فن
 شامل ہیں۔

امام مسلم کی شہرت، تبحر علمی، قوت حافظہ، جودت فقہانیت، محتاج بیان نہیں ہے ان کا
 حافظہ غیر معمولی تھا۔ ان کے استاد امام اسحاق بن راہویہ نے ان کا حافظہ دیکھ کر فرمایا تھا۔
 خدا جانے کس بلا کا یہ شخص ہوگا

اخلاق و عادات، زہد و رع، تقویٰ و طہارت میں بھی بے مثال تھے۔ تمام زندگی نہ کسی
 کی غیبت کی اور نہ کسی پر سب و شتم کیا۔ ان کے علم و فضل اور صاحب کمال ہونے کا اہل سیر
 اور ائمہ فن نے اعتراف کیا ہے۔ حدیث کی صحت و سقم اور اس کی معرفت میں ان کو اپنے
 تمام ہم عصروں میں امتیاز حاصل تھا۔

(سیرت البخاری، کتابت حدیث)

امام مسلم کے مسلک کے بارے میں بھی علماء کرام اور ارباب سیر میں اختلاف ہے۔
 نواب صدیق حسن خاں نے ان کو شافعی المذہب لکھا ہے۔ اور مولانا عبدالرشید نعمانی نے ان کو

مالکی المذہب لکھا ہے۔ شیخ طاہر الجزائری نے لکھا ہے۔ کہ امام مسلم کسی امام کے مقلد محض نہ تھے۔ البتہ امام شافعی وغیرہ اہل حجاز کے مسلک کی طرف مائل تھے۔

(عہد ثین عظام اور ان کے علمی کارنامے ۱۰۷۱ھ)

امام مسلم کی تصانیف کی تعداد الجامع الصحیح المسلم سمیت ۲۲ ہے۔

(مقدمہ فتح المسلمین ص ۱۰۰)

امام مسلم نے ۲۵/ جب ۲۶۱ھ شنبہ کے دن اپنے آبائی وطن نیشاپور میں انتقال کیا۔ اس وقت عمر ۶۰ سال تھی۔

(سیرت البخاری ص ۳۱۲)

امام ابوداؤد :

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق ۲۰۲ھ میں سیستان میں پیدا ہوئے لیکن زندگی کا بیشتر حصہ بغداد میں گزرا۔ تحصیل علم کے لئے عراق، خراسان، شام، مصر، الجزائر، حجاز اور دوسرے اسلامی ممالک کے سفر کئے۔ اور ہر جگہ آساطین فن سے خدیفہ کی تحصیل کی۔ ان کے اساتذہ و شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ تاہم ان کے مشہور اساتذہ میں امام احمد بن حنبل، ابوالولید طرابلسی، عثمان بن ابی شیبہ، یحییٰ بن معین اور قتیبہ بن سعید جیسے ائمہ حدیث و فن شامل ہیں۔

ان کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ صحاح ستہ کے دو رکن امام ترمذی اور امام نسائی ان کے تلامذہ میں شامل ہیں۔

امام ابوداؤد کے علم و فضل اور صاحب کمال ہونے کا علمائے کرام اور ارباب سیرنے اعتراف کیا ہے۔ امام صاحب تفسیر قرآن، فقہ، حفظ حدیث، اور زہد و عبادت اور یقین و توکل میں یکنائے روزگار تھے۔

حافظ موسیٰ بن ہارون فرماتے ہیں۔

خلق ابوداؤد فی الدنیا للحدیث و فی الاخرۃ الجنة

”ابوداؤد دنیا میں حدیث کے لئے اور آخرت میں جنت کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔“

اور ان کے بارے میں یہ مقولہ بھی مشہور ہے کہ:

حدیث کو ان کے لئے اس طرح نرم کر دیا گیا تھا۔ جیسے داؤد علیہ السلام کے لئے لوبا۔
اور امام حاکم نیشاپوریؒ (۳۰۵ھ) فرماتے ہیں۔

امام اہل الحدیث فی عصرہ بلا مدافعة

”امام ابو داؤد، بلا شک و ریب اپنے زمانے میں محدثین کے امام تھے۔“

امام ابو داؤد کے فقہی مسلک کے بارے میں علمائے کرام نے اختلاف کیا ہے حضرت شاہ
عبد العزیز دہلوی نے بستان المحدثین میں لکھا ہے۔ کہ امام ابو داؤد کو بعض نے شافعی المذہب اور
بعض نے حنبلی المذہب لکھا ہے۔

مولانا سید نواب صدیق خاں کی رائے ہے کہ امام ابو داؤد شافعی المذہب تھے لیکن مولانا
سید انور شاہ کشمیری، امام ابن تیمیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ امام ابو داؤد حنبلی المذہب تھے۔
(محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے ص ۱۹۲)

امام ابو داؤد نے سنن ابی داؤد کے علاوہ دوسری مختلف دس کے قریب کتابیں لکھیں امام
صاحب نے آخری عمر میں بصرہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ یہاں آپ نے ماہ شوال میں بروز
جمعہ ۲۷ھ میں وفات پائی۔

(بستان المحدثین ص ۱۱۸ کتابت حدیث ص ۱۴۱)

امام ترمذیؒ :

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ۲۰۵ھ میں ترمذ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے جب شعور کی
آنکھیں کھولیں تو اس زمانے میں علم حدیث شہرت کے درجے کو پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ امام ترمذی
نے تحصیل حدیث کے لئے خراسان، عراق، حجاز اور دوسرے بلاد اسلامیہ کا سفر کیا۔ اور ہر جگہ
آساطین علم و فن سے استفادہ کیا۔

آپ کے اساتذہ و شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ امام بخاریؒ (۲۵۶ھ) امام مسلمؒ
(۲۶۱ھ) اور امام ابو داؤدؒ (۲۷۵ھ) آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔

امام ترمذی نے سب سے زیادہ استفادہ امام بخاری سے کیا۔ اور امام بخاری نے اپنے اس
لائق ترین شاگرد کو یہ سند عطا فرمائی تھی۔

ما انتفعت بک اکثر مما انتفعت بی

جتنا استفادہ تم نے مجھ سے کیا ہے اس سے زیادہ استفادہ میں نے تم سے کیا ہے۔“
امام ترمذی کا حافظہ بہت قوی تھا۔ اور ان کے حافظہ کے بے شمار واقعات تاریخ و سیر کی کتابوں میں منقول ہیں۔ ان کے تلامذہ کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ حافظ ابن حجرؒ (۸۵۴ھ) نے لکھا ہے:

ان کے علمی کمالات نے ان کی ذات کو طالبان حدیث کا مرقع بنا دیا تھا۔ ان کے تلامذہ میں خراسان اور ترکستان کے علاوہ دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں کے رہنے والوں کے نام ملتے ہیں۔

امام ترمذی کے علم و فضل اور ان کے صاحب کمال ہونے کا اہل علم نے اعتراف کیا ہے اور زہد و ورع میں بھی یکتائے زمانہ تھے۔ خوف الہی سے بکثرت گریہ و زاری کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آنکھوں کی پینائی جاتی رہی۔

امام ترمذی کے مسلک کے بارے میں بھی علمائے کرام نے اختلاف کیا ہے۔ مولانا سید انور شاہ کشمیری نے ان کو شافعی المذہب لکھا ہے لیکن دوسرے علمائے کرام نے لکھا ہے کہ امام ترمذی خود مجتہد تھے۔

امام ترمذی نے جامع ترمذی کے علاوہ سات کتابیں اور لکھیں۔ کتاب العلل اور شمائل ترمذی ان کی مشہور تصانیف ہیں۔

امام ترمذی نے ۲۷۹ھ میں ۷۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

کتابت حدیث، (محمد شین عظام اور ان کے

علمی کارنامے) سیرت البخاری

امام نسائی :

امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم خراسان میں حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے تحصیل حدیث کے لئے خراسان، عراق، حجاز، جزیرہ، شام، مصر، وغیرہ کا سفر کیا۔ اور ہر جگہ کے آساطین علم و فن سے استفادہ کیا۔

(بستان المحدثین ص ۱۴۳)

امام نسائی کے اساتذہ و شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ تاہم ان کے مشہور اساتذہ میں امام محمد بن اسماعیل بخاری، امام ابو داؤد، امام قتیبہ بن سعید اور امام اسحاق بن راہویہ جیسے جلیل القدر ائمہ حدیث شامل ہیں۔ ان کے تلامذہ کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ امام ابن السنی (۳۶۳ھ) اور امام محمد بن قاسم اللاندلی (۳۲۸ھ) جیسے ائمہ حدیث ان کے شاگرد ہیں۔

امام نسائی نے مصر کو اپنا مسکن بنایا۔ اور ان کی تصانیف اسی اطراف میں پھیلیں امام صاحب زہد و تقویٰ میں یکمائے روزگار تھے۔ صوم داؤدی کے پابند تھے ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن انظار کرتے۔ علمائے کرام نے ان کے علم و فضل اور صاحب کمال ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ مورخ ابن خلکان (۶۸۱ھ) نے ان کو امام حدیث کے لقب سے یاد کیا ہے۔

امام نسائی کے مفسر مسلک کے بارے میں علمائے کرام نے اختلاف کیا ہے علامہ تقی الدین سبکی (۷۵۶ھ) حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی (۱۲۳۹ھ) مولانا سید نواب صدیق حسن خاں (۱۳۱۷ھ) اور شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۷۶ھ) نے ان کو شافعی المذہب لکھا ہے۔ لیکن مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کی رائے ہے کہ آپ حنبلی المذہب تھے۔

(محمد ثین عظام اور ان کے علمی کارنامے: ص ۷۷)

امام نسائی کی تصانیف کی تعداد ۱۲ کے قریب ہے۔ امام نسائی ۳۰۲ میں مصر کی حکومت ترک کر کے دمشق آئے اور دمشق سے فلسطین کے مقام رملہ تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے ۸۸ سال کی عمر میں ۱۳ صفر ۳۰۳ھ بروز دو شنبہ انتقال کیا۔ بعض علمائے کرام نے لکھا ہے کہ امام نسائی نے مکہ معظمہ میں وفات پائی۔ اور صفا و مرودہ کے درمیان دفن ہوئے۔ لیکن امام دارقطنی اور امام عبدالعظیم منذری کی تحقیق یہ ہے کہ امام نسائی نے رملہ میں وفات پائی۔ اور وہیں دفن ہوئے۔

(سیرت البخاری ص ۷۷)

(محمد ثین عظام اور ان کے علمی کارنامے)

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ ۲۰۹ھ میں قزوین میں پیدا ہوئے جب حضور کی آنکھیں کھولیں۔ تو قزوین میں علمائے فن سے استفادہ کیا۔ ان میں خاص طور پر امام علی بن محمد

ابوالحسن طائفیؒ (۲۳۳ھ) اور امام اسماعیل بن ابوسل قزوینیؒ (۲۴۷ھ) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اور امام صاحب ۲۰ سال تک اپنے وطن میں تحصیل تعلیم میں مشغول رہے۔ ۲۱ سال کی عمر میں تحصیل حدیث کے لئے عراق، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ، شام، مصر اور رے کا سفر کیا۔ اور ہر جگہ صاحب علم و فن سے اکتساب فیض کیا۔

امام ابن ماجہ کے اساتذہ و تلامذہ کی فہرست طویل ہے۔ حضرت شہید الحدیث دہلوی نے بستان المحدثین میں امام صاحب کے اساتذہ و تلامذہ کے نام لکھے ہیں۔
امام ابن ماجہ کے علم و فضل، جلالت شان اور صاحب کمال ہونے کا علمائے کرام نے اعتراف کیا ہے۔ ان خلکان کہتے ہیں۔

امام ابن ماجہ فن حدیث کے امام اور اس کے تعلقات پر بڑا عبور رکھتے تھے۔

حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

امام ابن ماجہ عظیم الشان حافظ، ضابط، صادق القول اور وسیع العلم تھے، اور حافظ ابن حجر نے بھی ان کو حافظ حدیث اور صاحب فن تسلیم کیا ہے۔

امام ابن ماجہ کے فقہی مسلک کے بارے میں علمائے کرام میں اختلاف ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے ان کو حنبلی المذہب لکھا ہے اور مولانا سید محمد انور شاہ کی رائے ہے۔ کہ آپ شافعی المذہب تھے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ علم و فضل کی طرح دین اور تقویٰ اور زہد و صلاح کے بھی جامع تھے۔ احکام شریعت کی شدت سے پابندی کرتے تھے۔ اور اصول و فروع میں پورے طور پر قبیح سنت تھے۔ اس پر خود ان کی سنن شاہد ہے۔ تصانیف میں ان کی تین کتابیں ملتی ہیں۔

۱۔ التفسیر ۲۔ التاريخ ۳۔ السنن

امام ابن ماجہ نے ۲۲ / رمضان المبارک ۲۴۳ھ کو ۶۳ سال کی عمر میں قزوین میں انتقال کیا۔

(بستان المحدثین)

محمد شین عظام اور ان کے علمی کارنامے

کتاب حدیث :

محدثین کرام نے حدیث کے بے شمار مجموعے مرتب کئے۔ لیکن یہاں صرف ۷ کتب حدیث کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے ”صحاح ستہ“ میں صرف ۶ کتابیں شامل ہیں۔

۱- الجامع الصغیر بخاری

۲- الجامع الصغیر مسلم

۳- سنن ابی داؤد

۴- جامع ترمذی

۵- سنن نسائی

۶- سنن ابن ماجہ

بعض محدثین کرام نے سنن ابن ماجہ کی بجائے موطا امام مالک کو صحاح ستہ میں شامل کیا ہے۔ اس لئے ساتویں کتاب موطا کا بھی تعارف کرانا مقصود ہے۔

موطا امام مالک رحمہ اللہ :

موطا امام مالک بن انسؒ (۱۷۹ھ) کی تصنیف ہے۔ اور یہ کتب خانہ اسلام کی پہلی کتاب ہے۔ جو قرآن مجید کے بعد سب سے پہلے باقاعدہ فقہی طور پر ترتیب دی گئی۔

موطا کو جمہور محدثین نے طبقات کتب حدیث میں طبقہ اوّلیٰ میں شمار کیا ہے۔ اور اس کی تمام روایات صحیح ہیں۔

شاہ ولی اللہ دہلوی نے حجتہ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ:

محدثین کا اتفاق ہے کہ اس کتاب کی تمام روایات امام مالک اور ان کے موافقین کی رائے میں صحیح ہے۔

(حجتہ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۳۳)

محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے ص

(۱۰۰)

موطا کی صحت و مرتبہ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ امام شافعیؒ (۲۰۴ھ) اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

روئے زمین پر کتاب اللہ کے بعد موطا امام مالکؒ سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے۔

(محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے ص ۱۰۱)

طبقات ابن سعد میں امام مالک کا ایک بیان درج ہے کہ:

خلیفہ منصور عباسی نے حج کے موقع پر امام مالکؒ سے کہا:

کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی کتاب موطا کی نقلیں کرا کے پوری مملکت میں بھیج دوں۔ اور اسی کتاب پر عمل کرنے کا حکم دوں امام مالک نے جواب دیا کہ امیر المومنین ایسا نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس سے پہلے بھی لوگوں نے اپنے اسلاف سے حدیثیں سنی ہیں۔ اور وہ حدیثیں تمام پھیل چکی ہیں۔ اور لوگ ان پر عامل ہیں۔ اس لئے ہر دیار کے لوگوں کو اس مسلک پر چھوڑ دیا جائے۔ جو انہوں نے حدیث ہی کی بنیاد پر اختیار کیا ہے۔

(کتابت حدیث: ص ۶۳)

مولانا سید نواب صدیق حسن خاں (۱۳۰۷ھ) نے اپنی کتاب ”المحط فی ذکر صحاح السنۃ“ میں امام شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۷۶ھ) کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ:

امام مالک کی حیات ہی میں یہ کتاب پوری دنیائے اسلام میں مشہور ہو گئی تھی۔ جتنا زمانہ گزرتا گیا۔ اس کی شہرت میں اضافہ ہوتا گیا۔ اور لوگوں نے اس کی طرف زیادہ توجہ کی۔ اس مقدس کتاب کی تہا یہ خصوصیت ہے۔ کہ سلاطین زمانہ مدنی، ہادی، رشید مامون، اور امین جیسے مشاہیر خلفائے اسلام نے عراق سے حجاز تک ہادیہ پیش کی۔

(المحط فی ذکر صحاح سنۃ ص ۵۵)

محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے

ص ۱۰۳

موطا کی شروح و تعلیقات :

موطا امام مالک کی بے شمار شروح و تعلیقات لکھی گئیں۔

اس کی مشہور شرح حافظ ابن عبدالبر مالکی (۴۶۳ھ) کی ”المسمیہ“ ہے جو ۲۶ جلدوں میں طبع ہو چکی ہے اور ابن عبدالبر نے خود اس کا اختصار ”الاستدکار“ کے نام سے کیا۔ یہ شرح بھی مصر سے شائع ہو چکی ہے۔ علامہ زرقالی (۱۱۲۲ھ) نے بھی موطا کی شرح لکھی۔ جو مطبوع ہے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلوی نے موطا کی دو شرحیں بنام ”المسوی (عربی اور المعنی (فارسی) لکھیں: یہ دونوں شروح مطبوع ہیں۔

الجامع الصحیح البخاری :

الجامع الصحیح البخاری امام محمد بن اسماعیل البخاری ۲۵۶ء کی عظیم الشان تصنیف ہے اس کا پورا نام ”الجامع الصحیح المندمن حدیث رسول اللہ ﷺ ووسنیته وایامہ ہے۔ الجامع اس کتاب کو کہا جاتا ہے جس میں فن حدیث کے آٹھوں ابواب ہوں۔ اور وہ ابواب یہ ہیں۔

۱۔ سیر ۲۔ آداب ۳۔ تفسیر ۴۔ عقائد ۵۔ فتن ۶۔ احکام ۷۔ اشراط ۸۔ مناقب۔

امام بخاری نے اس کی تصنیف میں ۱۶ سال صرف کئے علمائے کرام نے اس کے بے شمار محاسن و فضائل بیان کئے ہیں۔ حافظ ابن صلاح صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

کتاب اللہ کے بعد ان دونوں کتابوں کا درجہ ہے پھر صحیح بخاری کا مرتبہ صحت اور کثرت فوائد کے لحاظ سے ممتاز و مقدم ہے۔

(مقدمہ ابن صلاح بحوالہ محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے: ص ۱۵۰)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۷۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

جو شخص اس کتاب کی عظمت کا قائل نہ ہو۔ وہ مبتدع ہے اور مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔

(حجتہ اللہ البالغہ: ج ۱ ص ۲۹۷)

امام بخاری اپنی اس عظیم الشان کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

میں نے ہر حدیث درج کتاب کرنے سے پہلے غسل کیا۔ اور دو رکعت نماز پڑھی۔ اس التزام کے ساتھ ہر ایک حدیث کو لکھا ہے۔ اور اس کتاب کے مسودہ کو سرکار دو عالم ﷺ کی قبر اور ممبر کے درمیان بیٹھ کر صاف کیا ہے۔ اور میں نے اس میں کوئی ایک حدیث بھی ایسی درج نہیں کی۔ جس کی صحت پر مجھ کو پورا بھروسہ نہ ہو۔ اور پھر فرماتے ہیں:

جعلته حجتہ فی ما بینی و بین اللہ

”میں نے اس کتاب کو اپنے اور اپنے پروردگار کے درمیان حجت بنایا ہے۔“

(کتابت حدیث ص ۱۳)

امام نووی (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

تمام علمائے امت کا متفق فیصلہ ہے۔ کہ قرآن کریم کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہے

الجامع الصحیح البخاری کی شروح و تعلیقات :

الجامع الصحیح البخاری کے ساتھ علمائے کرام نے خوب اعتناء کیا ہے اس کی بے شمار شروح، تعلیقات، اختصار اور حواشی لکھے گئے۔ مولانا عبدالسلام مبارکپوریؒ (۱۳۳۲ھ) نے اپنی کتاب سیرت البخاری میں صحیح بخاری کے عربی، فارسی، اور اردو تراجم کی ۱۳۵ شروح کا ذکر کیا ہے۔

(سیرت البخاری ص ۲۰۶ تا ۲۳۸)

الجامع الصحیح البخاری کے مشہور شروح درج ذیل ہیں۔

- ۱۔ اعلام السنن امام ابو سلیمان احمد بن محمد خطابیؒ (۳۰۸ھ)
- ۲۔ الکوکب الدرادی۔ امام محمد بن یوسف بن علی کرمائیؒ (۷۸۶ھ)
- ۳۔ فتح الباری۔ امام احمد بن علی بن حجر عسقلانیؒ (۸۵۲ھ)
- ۴۔ عمدۃ القاری۔ امام بدر الدین محمود بن احمد البیہقیؒ (۸۵۵ھ)
- ۵۔ ارشاد الساری امام احمد بن محمد خطیب قسطلانیؒ (۹۲۳ھ)
- ۶۔ حواشی صحیح بخاری مولانا احمد علی سارن پوریؒ (۱۲۹۸ھ)
- ۷۔ عون الباری مولانا سید نواب صدیق حسن خاں قنوجیؒ (۱۳۰۷ھ)
- ۸۔ تیسیر (فارسی) مولانا نور الحق بن عبدالحق دہلویؒ (۱۰۷۳ھ)
- ۹۔ تیسیر الباری (اردو) مولانا وحید الزماں حیدر آبادیؒ (۱۳۳۸ھ)

(سیرت البخاری)

- ۱۰۔ حواشی صحیح بخاری (عربی) مولانا عزیز زبیدی
- ۱۱۔ فضل الباری شرح صحیح بخاری (اردو) مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۱۹۳۹ء)
- ۱۲۔ فیض الباری (عربی) مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ (۱۹۳۲ء)

الجامع الصحیح المسلم :

الجامع الصحیح المسلم امام مسلم بن حجاجؒ (۲۶۱ھ) کی مشہور تصنیف ہے امام صاحب کی

تصانیف میں سب سے زیادہ شہرت و قبولیت اس کتاب کو ہوئی اور اس کتاب کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کا پیش صحیح بخاری کے ساتھ نام لیا جاتا ہے۔

امام مسلم نے اس کتاب میں صرف ان حدیثوں کو درج کیا ہے۔ جن کی صحت پر مشائخ وقت کا اتفاق تھا۔ اور اس کا اقرار خود انہوں نے صحیح مسلم میں کیا ہے۔

علمائے کرام نے اس کے بہت سے محاسن و فضائل بیان کئے ہیں اور اس کا نمبر صحیح بخاری کے بعد رکھا ہے۔

نواب صدیق حسن خاںؒ (۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں کہ:

بخاری، مسلم کی صحت پر تعلق بالقبول اور تسلیم عام حاصل ہے کیونکہ امام بخاری اور مسلم اپنے زمانے اور مابعد کے ائمہ پر احادیث کے علل اور اس کی باریکیوں کی معرفت تمیز میں سب پر مقدم و فائق تھے۔

(اتحاف النبلاء ص ۴۸)

محمد شین عظام اور ان کے علمی کارنامے ص

(۱۸۰)

امام مسلم نے صحیح مسلم کا ایک جامع و علمی و تحقیقی مقدمہ بھی لکھا ہے اس مقدمہ میں وجہ تالیف کے علاوہ فن روایت کے بہت سے فوائد اور اصول بیان کئے ہیں۔

(سیرت البخاری: ص ۴۱۳)

صحیح مسلم کی شروح و تعلیقات :

علمائے حدیث نے صحیح مسلم کی بہت سی شروح و تعلیقات اور مستخرجات لکھے ہیں۔ مشہور شروح یہ ہیں۔

۱۔ المنہاج فی شرح صحیح مسلم بن حجاج

امام ابو زکریا یحییٰ بن عقیل عقیلیؒ (۶۷۱ھ)

قاضی عیاض ماکیؒ (۵۴۴ھ)

۲۔ اکمال المعلم فی شرح صحیح مسلم

حافظ جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ)

۳۔ الدہان علی صحیح مسلم بن حجاج

حافظ عبد العظیم منذریؒ (۶۵۶ھ)

۴۔ مختصر صحیح مسلم

۵۔ السراج الوہاج مولانا سید نواب صدیق حسن خاں (۱۳۰۷ھ)
شرح مقدمہ صحیح مسلم :

- ۱۔ النجم الوہاج فی شرح مقدمہ، صحیح مسلم بن حجاج (عربی)
 مولانا شمس الحق عظیم آبادی (۱۳۳۹ھ)
- ۲۔ البحر الموحج فی شرح مقدمہ صحیح مسلم بن حجاج (عربی)
 مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری (۱۳۳۸ھ)
- ۳۔ ترجمہ و شرح اردو مقدمہ صحیح مسلم
 مولانا عبدالسلام بستوی (۱۳۹۶ھ)
 (سیرت البخاری ص ۴۱۵)

سنن ابی داؤد :

سنن ابی داؤد امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث جہتانی (۲۷۵ھ) کی تصنیف ہے۔
 امام ابو داؤد نے جس زمانے میں آنکھیں کھولیں۔ تو انہوں نے ضرورت محسوس کی کہ
 قرن حدیث میں ایک نئے انداز کی کتاب کی ضرورت ہے۔ جس میں ان احادیث کا استیعاب ہو۔
 جن سے ائمہ نے اپنے مذاہب پر استدلال کیا ہے۔
 حافظ ابن القیم (۷۵۱ھ) لکھتے ہیں کہ:

حافظ حدیث کی ایک جماعت ایسی تھی جس نے ضبط و حفظ میں پوری توجہ کی لیکن اس نے نہ تو
 مسائل کے استنباط کی طرف توجہ کی اور نہ ان خزانوں سے احکام نکالنے کی کوشش کی تھی۔ جو
 اس نے محفوظ کر رکھا تھا۔ اور اس کے بالمقابل ایک ایسی جماعت تھی۔ جس نے اپنی پوری توجہ
 استنباط مسئلہ کی طرف رکھی تھی۔

(محمد شین عظام اور ان کے علمی کارنامے ص ۱۹۵)

امام ابو داؤد کو ۵ لاکھ احادیث محفوظ تھیں ان میں سے انتخاب کر کے سنن ابی داؤد کو
 مرتب کیا۔ جس میں ۳۸۰۰ حدیثیں ہیں۔ سنن کی ترتیب میں اس کا لحاظ رکھا ہے۔ کہ حدیث
 صحیح یا حسن ہو۔ اس سے کم درجہ کی حدیث کو اپنی سنن میں درج نہیں کیا۔ (کتابت حدیث ص

امام ابو داؤد کا قول ہے۔ کہ حدیث کے ذخیرہ میں چار حدیثیں سمجھدار آدمی کے لئے کافی

ہیں۔

۱۔ انما الاعمال بالنیات

تمام اعمال کی مقبولیت کا دار و مدار صرف نیتوں پر ہے۔

۲۔ من حسن الاسلام المرء ترکہ مالا یعنیه

انسان کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ لالچنی باتوں کو چھوڑ دے۔

۳۔ لا یکون المؤمن مومنا حتی یرضا لآخره ما یرضی لنفسه

مومن اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند نہ کرے۔ جس کو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

۴۔ الحلال بین والحرام بین و بین ذلک مشتبہات فمن اتقى

الشبہات استبرأ لدينة

حلال اور حرام دونوں واضح ہیں۔ اور جو کچھ اس کے درمیان ہے تشابہات ہیں۔ پس جو شخص شبہات سے بچا۔ اس نے اپنی دنیا پاک کر لی۔

حقیقت یہ ہے کہ جو شخص ان چار حدیثوں کو اپنی زندگی کا اصول بنائے۔ وہ دین و دنیا دونوں میں کامیاب رہے گا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۱۳۳ھ) فرماتے ہیں۔

ایک مجتہد مرشد کو شریعت کے کلی قاعدوں اور سمات امور سے واقف ہونے کے بعد جزئی مسائل اور واقعات میں ان کے سوا کسی چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ پہلی حدیث عبادات کی صحت و درستگی دوسری عمر عزیز کے اوقات کی حفاظت کے لئے۔ تیسری پڑوسیوں، قربانداری، متعارف لوگوں اور دوسرے متعلقین وغیرہ کے حقوق کی ادائیگی کے لئے اور چوتھی ان تمام اشکوک و شبہات کے ازالہ کے لئے کافی ہے۔ جو علماء کے اختلافات یا دلائل کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

(بستان المحدثین ص ۱۰۷)

امام ابو داؤد نے سنن ابی داؤد بغداد میں مرتب فرمائی۔ اور مرتب کرنے کے بعد امام احمد

بن حنبل (۲۴۱ھ) کے سامنے پیش کی۔ تو انہوں نے پسند فرمایا۔ اور تحسین کی۔

امام حسن بن محمد بن ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ:
میں نے ایک روز آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ ”جو شخص تمسک بالنسہ کرنا چاہتا ہو۔ اسے سنن ابی داؤد پڑھنی چاہئے۔“

(کتابت حدیث: ص ۳۱)

سنن ابی داؤد کی شروح و تعلیقات :

سنن ابی داؤد کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر علمائے کرام نے اس کے ساتھ پورا اعتناء کیا ہے۔ اس کی متعدد شروح، حواشی، تعلیقات اور مستخرجات لکھے۔ اس کی مشہور شروح یہ ہیں:

- ۱۔ معالم السنن امام ابو سلیمان احمد خطابی (۵۳۰۸ھ)
- ۲۔ مرقات المعود حافظ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ)
- ۳۔ تلخیص منذری حافظ عبد العظیم منذری (۶۵۶ھ)
- ۴۔ تہذیب السنن حافظ ابن القیم الجوزی (۷۵۱ھ)
- ۵۔ غائیہ المقصود مولانا شمس الحق عظیم آبادی (۱۳۲۹ھ)
- ۶۔ عون المعبود مولانا شمس الحق عظیم آبادی
- ۷۔ بذل الجہود مولانا خلیل احمد سہارن پوری (۱۳۳۶ھ)
- ۸۔ الہدی المحمود ترجمہ سنن ابی داؤد (اردو)
- مولانا وحید الزمان حیدر آبادی (۱۳۳۸ھ)
- ۹۔ حواشی سنن ابی داؤد مولانا محمد رفیق اثری
- ۱۰۔ فیض الودود علی سنن ابی داؤد (حواشی)
- (مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (۱۹۸۷ء))



الجامع الترمذی :

جامع الترمذی امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ (۲۷۹ھ) کی تصنیف ہے جامع ترمذی میں درج ذیل مضامین ہیں۔ اس لئے اس کو جامع کہا جاتا ہے۔

۱۔ سیر ۲۔ آداب ۳۔ تفسیر ۴۔ عقائد ۵۔ فتن ۶۔ احکام ۷۔ اشراط ۸۔ مناقب

اور چونکہ ترتیب فقہی کے اعتبار سے کثرت سے احکام کی حدیثیں لائے ہیں اس لئے اس پر سنن کا بھی اطلاق ہوتا ہے۔

علمائے کرام نے جامع ترمذی کے بہت سے محاسن و فضائل بیان کئے ہیں۔ خود امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو علمائے عراق، حجاز، خراسان کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے بہت زیادہ پسند کیا۔ اور فرمانے لگے کہ جس گھر میں یہ کتاب ہو گویا اس گھر میں آنحضرت ﷺ گفتگو فرما رہے ہیں۔

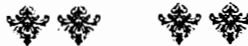
(اتحاف النبلا ص ۶۰)

کتابت حدیث ص ۲۰)

مولانا عبدالسلام مبارکپوریؒ (۱۳۴۲ھ) کہتے ہیں۔

جامع ترمذی کو تفصیل مذاہب مجتہدین و بیان مذاہب صحابہ و تابعین تنقید رجال، انصار مظل، احادیث، تصحیح و تضعیف و تحقیق احادیث کے اعتبار سے خصوصیت خاص حاصل ہے۔ جو کسی کتاب میں نہیں۔

(سیرت البخاری ص ۴۲۳)



جامع الترمذی کی شروح و تعلیقات :

جامع الترمذی کے اہمیت و افادیت کے پیش نظر علمائے کرام نے اس کے ساتھ پورا اعتنا کیا ہے۔ اس کی متعدد شرحیں، تعلیقات، حواشی اور مستخرجات لکھے۔ یہاں چند مشہور متداول شروح کا ذکر کیا جاتا ہے۔

- ۱۔ عارضۃ الاحوذی فی شرح الجامع الترمذی
حافظ ابو بکر محمد ابی عبد اللہ بن العربیؒ (۵۴۶ھ)
- ۲۔ قوت المغنذی علی جامع الترمذی
حافظ جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ)
- ۳۔ تحفۃ الاحوذی فی شرح جامع الترمذی
امام عبدالرحمان محدث مبارکپوریؒ (۱۳۵۳ھ)
- ۴۔ بدیۃ اللوذعی بنکات الترمذی
مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ (۱۳۲۹ھ)
- ۵۔ جائزۃ الشعوزی ترجمہ الجامع الترمذی
مولانا بدیع الزمان حیدر آبادیؒ (۱۳۰۴ھ)
- ۶۔ شرح جامع الترمذی (عربی)
شیخ احمد شاکر مصری مرحوم
(محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے ص ۲۳۷ سیرت البخاری۔ ص ۴۷۷)

سنن نسائی :

سنن نسائی امام ابو عبدالرحمان احمد بن شعیب نسائیؒ (۳۰۳ھ) کی تصنیف ہے اور یہ سنن صغریٰ کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس کا دوسرا نام المجتبیٰ ہے۔
امام نسائی امام بخاری کے شاگرد تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنی سنن میں امام بخاری اور امام مسلم کے طریقے کو جمع کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ اور علل حدیث کا اس پر بیان مستتر ہے۔ اور اس کے ساتھ حسن ترتیب اور جودت تالیف میں بھی ممتاز ہے۔

علامہ ابن رشد (۷۲۱ھ) فرماتے ہیں۔

یہ کتاب علم سنن میں جتنی کتابیں تالیف ہوئی ہیں۔ ان میں تصنیف کے لحاظ سے ابو نعیم اور ترتیب کے لحاظ سے بہترین ہے۔ اور بخاری، مسلم، دونوں کے طریقہ کی جامع ہے، نیز اس میں حدیث کے ایک خاص حصہ کا بیان بھی اس میں آیا ہے۔

(محمد شین عظام اور ان کے علمی کارنامے ص ۲۵۲)

حافظ سخاوی نے اپنی کتاب ”فتح المغیث“ میں حافظ ابوالحسن معافری (۴۰۳ھ) کا یہ قول

نقل کیا ہے کہ:

جب تمام محدثین کی جمع کردہ حدیثوں پر نظر ڈالو گے۔ تو جس حدیث کی امام نسائی نے تخریج کی ہوگی۔ وہ دوسروں کی روایت کردہ حدیث کی بہ بہت صحت سے زیادہ قریب ہوگی۔

(محمد شین عظام اور ان کے علمی کارنامے ص ۲۵۲)

سنن نسائی کی شروح و تعلیقات :

سنن نسائی صحاح ستہ کا رکن عظیم ہے۔ لیکن علمائے کرام نے اس کی شروح و تعلیقات کی طرف بہت کم توجہ دی۔

۶ صدیاں گزرنے کے بعد حافظ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) نے اس پر تعینق لکھی۔ اور

دوسری تعلیق علامہ محمد بن عبدالہادی سندی (۱۱۳۸ھ) نے لکھی۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجپانی (۱۹۸۷ء) نے ”تعلیقات السلفیہ“ کے نام سے سنن

نسائی کی شرح لکھی ہے۔ یہ شرح بڑی جامع اور عمدہ خصوصیات کی حامل ہے۔ مولانا عطاء اللہ

حنیف نے اس شرح میں علامہ سندھی کا پورا حاشیہ درج کر دیا ہے اور مناسب مقامات پر

ضروری اضافے بھی کئے ہیں۔ اس کے علاوہ حافظ سیوطی کے حاشیہ کی تلخیص بھی کی ہے۔ اس

کے علاوہ علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی (۱۳۲۷ھ) کا مختصر حاشیہ جو ابھی تک غیر مطبوعہ

تھا۔ اس کو مکمل اس میں شامل کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں مولانا عطاء اللہ حنیف نے اسناد تعلیق

احادیث ابواب کی طرف خاص توجہ کی ہے اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے فوائد حدیثیہ سے بھی

استفادہ کیا ہے۔

مقن میں حافظ نذیر احمد خاں دہلوی کے زیر اہتمام مطبع انصاری دہلی نے سنن نسائی کا جو

نسخہ ۱۳۱۵ھ میں شائع کیا تھا۔ جس میں ضبط تحقیق رجال کی طرف خاص طور پر کوشش کی گئی

تھی۔ اصل قرار دیا ہے۔ (الاعتصام لاہور۔ ۷ / فروری ۱۹۵۶ء ص ۹۸)

سنن ابن ماجہ :

سنن ابن ماجہ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن عبد اللہ بن ماجہؒ (۲۴۳ھ) کی شہرہ آفاق تصنیف ہے۔

سنن ابن ماجہ کی افادیت اور اہمیت پر علمائے فن کا اتفاق ہے۔ اور اس کو اسلام کی عظیم ترین کتاب میں شمار کیا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ (۷۵۲ھ) فرماتے ہیں۔

ان کی کتاب سنن (احکام) میں ایک عمدہ جامع ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ (۷۷۳ھ) فرماتے ہیں

یہ کتاب نہایت مفید ہے۔ اور مسائل فقہ کے لحاظ سے اس کی ترتیب و تجویب ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں۔

فی الحقیقت احادیث کو بلا تکرار بیان کرتے ہیں۔ اور حسن ترتیب و اختصار کے لحاظ سے کوئی کتاب اس کی ہمرس نہیں ہے۔

(محمد بن عظام اور ان کے علمی کارنامے: ص ۳۶۳)

حافظ ابو ذرؒ رازیؒ (۲۶۳ھ) فرماتے ہیں۔

اثر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئی۔ تو فن حدیث کی اکثر جوامع اور تصنیفات بے کار اور معطل ہو کر رہ جائیں گی۔

(بستان المحدثین: ص ۱۲۵)

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ (۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں:

اگر کسی شخص کو بہت زیادہ متون پر مشتمل کتاب کی تلاش ہو۔ تو اس کو سنن ابن ماجہ کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

اس وصف میں وہ دوسری کتب حدیث میں منفرد و ممتاز ہے۔

(تذکرۃ المحدثین ج ۱ ص ۲۷۳)

سنن ابن ماجہ کی شروح و تعلیقات :

علمائے کرام نے سنن ابن ماجہ کی شروح و تعلیقات کی طرف خاص توجہ کی۔ حافظ

علاء الدین مغلطائیؒ (۷۶۲ھ) نے اس کی شرح لکھی۔ جو نا مکمل رہی۔ حافظ ابن جبؒ (۷۹۵ھ) نے بھی اس کی شرح لکھی۔

علامہ سندھیؒ (۱۱۳۸ھ) شیخ عبدالغنی مجددی دہلوی (۱۲۹۸ھ) اور شیخ محمد علویؒ (۱۳۲۶ھ) نے سنن ابن ماجہ کے حواشی لکھے یہ سب حواشی مطبوع ہیں۔

(ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۲۳۶)

مولانا عبدالسلام بستویؒ (۱۳۹۶ھ) نے بھی سنن ابن ماجہ کی شرح عربی بنام ”رفع الجاہ“ لکھی۔ جو ۱۹۳ء کے فسادات میں ضائع ہو گئی۔

شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز حفظہ اللہ اعلیٰ مہتمم جامعہ ابراہیمہ سیالکوٹ نے سنن ابن ماجہ کی شرح (عربی) ۸ جلدوں میں لکھی ہے۔ اور یہ شرح محدثانہ طرز پر لکھی گئی ہے۔ اس شرح میں کئی شروح حدیث (فتح الباری) الاستذکار، عون المعبود، غائیہ المقصود، تحفۃ الاحوذی، عون الباری، مرعاة المفاتیح وغیرہ کا خلاصہ آگیا ہے۔

اس کی جلد اول و دوم زیر طبع ہے۔

مولانا وحید الزمان حیدر آبادیؒ (۱۳۳۸ھ) نے اردو میں سنن ابن ماجہ کی شرح لکھی

ہے۔ جو مطبوع ہے۔

مولفین صحاح ستہ کا طرز تالیف :

حافظ جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ) تدریب الراوی میں لکھتے ہیں کہ مولفین صحاح ستہ نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اپنی کتابوں کا انتخاب کیا۔

ابن ماجہؒ نے صحیح بخاریؒ کی تالیف میں طرق استنباط اور استخراج مسائل کو پیش نظر رکھا۔ جو ان کے تراجم ابواب سے ظاہر ہوتا ہے۔ امام مسلمؒ (۲۶۱ھ) نے اپنی کتاب الجامع الصحیح المسلم میں صحیح احادیث کو مختلف اسانید سے یک جان بیان کیا ہے۔ امام ابو داؤدؒ (۲۵۵ھ) نے سنن ابی داؤد میں متبلا کو موضوع قرار دیا ہے۔ امام ترمذیؒ (۲۷۹ھ) نے جامع ترمذی میں مذاہب کی تفصیل بیان کی ہے۔ امام نسائیؒ (۳۰۳ھ) نے سنن نسائی میں علل حدیث کو پیش نظر رکھا ہے۔ اور امام ابن ماجہؒ (۲۷۳ھ) نے سنن ابن ماجہ میں غیر معروف روایات کو بیان کیا ہے۔

(تدریب الراوی ص ۶۰)

مراجع و مصاور

شاہ عبدالعزیز دہلوی	بستان المحدثین
محمد عبدالرشید نعمانی	ابن ماجہ اور علم حدیث
عبدالسلام ندوی	اسوہ صحابہ
غلام دیبانی برق	تاریخ حدیث
مناظر احسن الیلابانی	تدوین حدیث
ضیاء الدین اصلاقی	تذکرہ محدثین
بدر عالم میرٹھی	ترجمان السنہ
ابوالکلام آزاد	ترجمان القرآن
عبداللہ طارق دہلوی	ترغیب و ترہیب مترجم
حافظ صلاح الدین یوسف	تفسیر احسن البیان
مولانا محمد بن ابراہیم جونا گڑھی	تفسیر ابن کثیر (اردو)
مولانا سید مودودی	تفسیر القرآن
مولانا محمد اسماعیل السلفی	جنت حدیث
محمد عطاء اللہ حنیف	حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ
سید سلیمان ندوی	خطبات مدراس
عبدالسلام مبارکپوری	سیرت البخاری
امام ندوی	سیرت مہربن عبدالعزیز
مہد الغفار حسن عمرپوری	تفہیم حدیث
سعید احمد اکبر آبادی	فہم قرآن
عبدالقیوم ندوی	فہم حدیث

حافظ محمد تقی امینی	فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر
محمد رفیع عثمانی	کتابت حدیث
عبدالرحمان خاں طارق	معارف اقبال
عبدالمجید دریا آبادی	مکتوبات سلیمانی
تقی الدین ندوی مظاہری	محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے
ڈاکٹر حمید اللہ مترجم مولوی ابوبکی امام خاں	الوٹا بقیہ سیاست



انظر كيف ضربوا لك الامثال فضلو افلا يستطيعون سبلا

مقدس رسول ﷺ

جس میں

آریوں کے رسالہ ”رنگیلا رسول“ اُردو اور
”وچتر جیون“ ناگرمی منصفہ نیٹ کالی چرن کا مدلل
مسکت جواب دیا گیا ہے۔

مُصنّف

رئیس المناظرین حضرت علامہ مولانا ابوالوفاء شہار اللہ امرتسری مرحوم

نعمانی کتب خانہ: حق سٹریٹ
اردو بازار لاہور



وَقَوْلُهُمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ

ثَبَتَ حَيَاتِ مَسِيحٍ
مَسْمُومٍ

شَهَادَةُ الْقَلْبِ

بِأَعْلَى الْبَدَأِ
بِأَنَّ الْمَسِيحَ رُفِعَ حَيًّا إِلَى السَّمَاءِ

حَقَّقَهُ دَوْم

مُؤَلَّف :

حَقَّقَهُ أَوَّل

مولانا محمد ابراہیم مصباح فاضل الکنز

حَقَّقَهُ سَتْرِي

أُورُو بَارَار - لاہور

نَعْمَانِي كُتِبَ غَانَهُ :



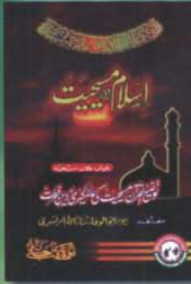
حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری

کی مناظرانہ اسلوب میں لکھی لا جواب کتب



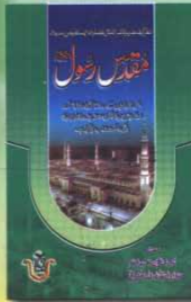
حق پرکاش
سنتا تھ پرکاش

تبلیغ اسلام میں غیر مسلموں کے شکوک و شبہات رفع کرنے کیلئے شاہکار کتاب۔
ہندو حرم اور آریہ سماج سے متعلق وہ مواد جو آج کے دور کی سینکڑوں کتب میں ناپید ہے۔
سوامی دیانند سرموٹی جی بانی آریہ سماج کی کتاب بیتا تھ پرکاش باب چودہ کا اہل اسلام کی
جانب سے ہندو حرم کے پیشواؤں کو مسکت اور مدلل جواب۔
اس کتاب کا مطالعہ غیر مسلموں میں تبلیغ کرنے والے احباب کیلئے نہایت معاون و مددگار ہوگا۔



اسلام اور مسیحیت

مسلمانوں اور عیسائیوں کی درمیان میدان حرب میں محاذ آرائی ایک
تاریخی حقیقت ہے جو کسی نہ کسی صورت میں بدستور رہی ہے۔ اس
تاریخی کتاب میں مسلمانوں کے روشن ماضی کی جھلک بڑے دلکش انداز
میں بیان کی گئی ہے اور ساتھ ساتھ ہی عیسائیوں کی ذہنی آلودگیوں اور
اخلاقی پستیوں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔



مقدس رسول

جس میں آریوں کے رسالہ ”رنگیلارٹول“ اُردو اور ”وچتر جیون“
ناگری مصنفہ پنڈت کالی چرن کامدلل و مسکت جواب دیا گیا ہے۔

ملکہ پریہ: نوابی محنت
اردو بازار لاہور